41

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

3 نومبر 2004ء — 19 رمضان المبارک 1425ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

امریکی مسلمان اور 2 نومبر کے صدارتی الیکشن

روزہ: روحِ انسانی کی تقویت کا ذریعہ

وردی کا جھگڑا اور قومی اسمبلی

تحریک ریشمی رومال

علم فلکیات سے معجزہ رسولؐ کا اثبات

افطار ڈنر

جہادی تحریک: محاذِ جنگ پر (2)

مغربی ممالک میں عورت

قرآن اکیڈمی لاہور میں دورۂ ترجمہ قرآن اور شرکاء کے تاثرات

بندے اور ربّ کا تعلق

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۝﴾ (البقرہ:۱۸۶)

''اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں' جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں' تو ان کو بھی چاہئے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں''۔

رمضان وقرآن اور صیام وقیام کا مشترک نتیجہ یہ نکلنا چاہئے کہ روح بیدار ہو' تقویت پائے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ اسی لئے مذکورہ آیت میں خوشخبری ہے کہ میں کہیں دور نہیں ہوں۔ مجھے تلاش کرنے کے لئے کہیں بیابانوں میں جانے اور پہاڑوں کی غاروں میں تپسیائیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے بالکل قریب ہی ہوں گویا ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تمام قدیم مذاہب میں اللہ کے ساتھ بندوں کے ربط وتعلق کا مسئلہ ہمیشہ ایک لاینحل گتھی بنا رہا ہے۔ اکثر مذہبوں نے تو اللہ کو اتنا دور اور اتنا بعید فرض کر لیا ہے کہ اس تک براہِ راست رسائی گویا ممکن ہی نہیں۔ قرآن نے اس وہم کو دور کر کے صاف صاف بتا دیا ہے کہ تم جسے دور سمجھ رہے ہو وہ دور نہیں ہے' تمہارے بالکل قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب چاہو اور جہاں چاہو اس سے ہم کلام ہو جاؤ۔

تمہاری دعا کسی پوپ' کسی پادری' کسی پروہت' کسی پجاری' کسی پنڈت یا کسی پیر کے واسطے کی محتاج نہیں ہے۔ اللہ کا ربط وتعلق بندے کے ساتھ براہِ راست ہے۔ یہاں کسی واسطے کی ضرورت ہے ہی نہیں! ہاں البتہ اس تعلق کے مابین حجاب ہم خود ہیں۔ ہماری حرام خوری' ہماری غفلتیں حجاب بنی ہوئی ہیں۔ اپنی غفلتوں کا پردہ چاک کیجئے۔ آج اللہ کی جناب میں توجہ کیجئے! وہ ہر آن' ہر لحظہ آپ کی دعا کو سننے والا ہے۔ وہ ہمیشہ ہی قریب رہتا ہے اور رمضان میں تو اس عموم میں خصوص پیدا ہو جاتا ہے۔

سورۃ آل عمران (آیات 111 تا 116)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١١٢﴾ لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ
مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي
الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿١١٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِىَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ
شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾﴾

’’اور یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے‘ اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے‘ پھر اُن کو مدد بھی (کہیں سے) نہیں ملے گی۔ یہ جہاں نظر آئیں گے ذلت (کو دیکھو گے کہ) ان سے چمٹ رہی ہے بجز اس کے کہ یہ اللہ اور لوگوں کی پناہ میں آ جائیں‘ اور یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہیں اور کم ہمتی اُن سے لپٹ رہی ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کردیتے تھے اور (اُس کے) پیغمبروں کو ناحق قتل کردیتے تھے۔ یہ اس لئے کہ یہ نافرمانی کئے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔ یہ بھی سب ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان اہل کتاب میں کچھ لوگ سیدھی راہ پر بھی ہیں‘ جو رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے اور (اُس کے آگے) سجدے کرتے ہیں۔ (اور) اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نیکیوں پر لپکتے ہیں۔ اور یہی لوگ نیکوکار ہیں۔ اور یہ جس طرح کی نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ جو لوگ کافر ہیں ان کے مال اور اولاد اللہ کے عذاب کو ہرگز نہیں ٹال سکیں گے‘ اور یہ لوگ اہلِ دوزخ ہیں کہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔‘‘

اے مسلمانو! یہ (یہودی) تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے‘ ہاں ان کی طرف سے تمہیں تھوڑی سی پریشانی آسکتی ہے۔ یہ تمہارے لئے کوفت کا باعث بنتے رہیں گے‘ مگر بالفعل کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ اگر کہیں یہ تم سے جنگ کریں تو پیٹھ دکھادیں گے۔ ان میں جرأت نہیں‘ یہ بزدل ہیں۔ تمہارا مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

اب تھوڑے سے فرق کے ساتھ سورۃ البقرہ کے ساتویں رکوع کی آیت آ گئی کہ جہاں کہیں بھی وہ ہوں اُن کے اوپر ذلت تھوپ دی گئی ہے‘ سوائے اس کے کہ اللہ کا کوئی وقتی سا سہارا انہیں مل جائے یا لوگ اُن کا سہارا بن جائیں۔ جیسا کہ آج کل پوری عیسائی دنیا اُن کا سہارا بنی ہوئی ہے۔ اسرائیل قائم ہے تو اپنے بل پر نہیں بلکہ پوری عیسائی دنیا کی Support اُسے حاصل ہے۔ حال ہی میں ہونے والی خلیج کی جنگ میں عیسائی کمانڈر ان چیف نے صاف کہہ دیا تھا کہ یہ ساری جنگ ہم نے اسرائیل کے تحفظ کے لئے لڑی ہے۔ اتنی خونریزی کے پیچھے اسرائیل کے تحفظ کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ اللہ کے غضب کا نشانہ بن چکے ہیں اور اُن کے اوپر کم ہمتی مسلط کردی گئی ہے۔ اُن کا یہ حشر اس لئے ہوا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا ناحق انکار کرتے رہے ہیں اور انبیاء تک کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں۔ یہ سارا کچھ اس لئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی اور حدود سے تجاوز کیا۔

ہاں اُن میں سب کے سب برابر نہیں ہیں۔ ان میں اچھے بھی ہیں‘ برے بھی ہیں۔ اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سیدھے راستے پر کھڑے رہنے والے ہیں۔ وہ رات کے (پرسکون) اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے بھی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عیسائیوں کے اندر کافی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ یہ راہب تھے۔ ان میں سے ہی ایک بحیراء راہب ہے جس نے نزولِ وحی کی ابتداء میں ہی رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا تھا۔ ایسے کردار کے لوگ یہودیوں میں بھی چھپے ہوئے ہوں گے‘ مگر یہودیوں میں سے یہ کردار تقریباً ختم ہو چکا تھا۔

یہ لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں‘ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں‘ اور یقیناً یہ نیکوکاروں میں سے ہیں۔ اور جو خیر کا کام یہ کریں گے اس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے متقی بندوں سے واقف ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ کفر پر اڑ جائیں گے وہ اس قدر خسارے میں رہیں گے کہ اُن کے مال اور اولاد انہیں کسی طور پر بھی اللہ سے بچانے کے کام نہ آسکیں گے۔ وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی کے اندر رہیں گے۔

حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں

فرمانِ نبوی

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنھما قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ((لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَی اثْنَیْنِ رَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فَھُوَ یَقُوْمُ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّھَارِ وَرَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ مَالاً فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّھَارِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابن عمرؓ سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے: ’’حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے۔ دوسرے وہ جس کو حق سبحانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے‘‘۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

شمارہ		جلد
شمارہ	28 اکتوبر تا 3 نومبر 2004ء	جلد
41	13 تا 19 رمضان 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ڈاکٹر عبدالخالق
مرزا ایوب بیگ۔ سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرون پاکستان

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

امریکی مسلمان اور 2 نومبر کے صدارتی الیکشن

ریاست ہائے متحدہ امریکا میں ایک ہفتے کے بعد' 2 نومبر کو صدارتی الیکشن ہونے والے ہیں' اور چالیس لاکھ سے زیادہ امریکی مسلمان (پوری دنیا کے سوا ارب سے زیادہ مسلمانوں کی طرح!) تذبذب کے عالم میں' فکر میں غلطاں ہیں کہ اپنا ووٹ دیں تو کس کو دیں۔ ایک طرف جارج واکر بش ہے۔ دوسری طرف جان کیری ہے۔ دونوں کی پشت پر یہودی ہیں۔ دونوں کٹر اور متعصب عیسائی ہیں۔ دونوں ''عظیم تر اسرائیل'' کے قیام کے حامی ہیں۔ دونوں مسلمانانِ عالم کے دشمن ہیں اور انہیں دہشت گرد قرار دے کر' پوری دنیائے اسلام میں خفیہ اور عیاں سازشوں اور عیاریوں سے کام لے رہے ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اب تک امریکا کے مختلف حلقہ ہائے نیابت میں جو نمونے کی رائے شماریاں ہوئی ہیں یا مقامی بلدیاتی انتخابات کے نتائج سامنے آئے ہیں' اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً 70 فی صد امریکی مسلمانوں کا رجحان جان کیری کے حق میں ہے۔

جارج بش تو گزشتہ چار برسوں میں اپنے تمام پتے کھیل چکے ہیں۔ انہوں نے عراق پر قبضہ کرنے کے لئے کیسے کیسے بہانے تراشے۔ یہ کہ صدام حسین پرلے درجے کا آمر مطلق ہے۔ عراق کے پاس وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار ہیں۔ عراق کے پاس تیل کے وسیع ذخائر ہیں' اُن میں امریکا کی بھی حصہ داری ہونی چاہئے۔ اس نے افغانستان کی حکمران جماعت سے مطالبہ کیا کہ چونکہ امریکا کا ٹریڈ سنٹر اسامہ بن لادن نے تباہ کیا ہے' اس لئے اُسے ہمارے حوالے کرو۔ یوں افغانستان اور عراق پر قبضہ کیا۔ شام اور لبنان پر حملے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ ایران کے ایٹمی پروگرام کا پوری طرح محاصرہ کرلیا گیا ہے۔ پاکستان کے فوجی ٹولے کی حکمرانی تسلیم کرتے ہوئے شمال مغربی علاقوں میں آگ اور بارود سے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ واحد ایٹم بردار مسلم ملک پاکستان کو ایٹمی راز دنیا بھر میں منکشف کرنے کا ملزم قرار دیا جا چکا ہے۔ ایٹم بم بنانے والے پاکستانی سائنس دانوں کو نظر بند کرا دیا گیا ہے۔ پاکستان کے خلاف بھارت کو مضبوط ایٹمی قوت بنانے کیلئے امریکا نے اسرائیل اور بھارت کے درمیان متعدد فوجی معاہدے کرائے۔ اسرائیل نے گزشتہ ماہ دو ہزار ایٹمی کوائل بھارتی بحریہ کو فراہم کئے ہیں۔ آئندہ مہینوں میں جرمنی سے اسرائیل کو جو دو ایٹمی آبدوزیں ملنے والی تھیں' وہ امریکا کی سازش سے اب بجائے اسرائیل کے' بھارت کے حوالے کی جائیں گی۔

تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ بش نے یہ تمام کارروائیاں خطے میں اسرائیل کو زیادہ سے زیادہ طاقتور بنانے کے لئے کیں۔ کیا جان کیری کا کردار بش سے مختلف ہوگا؟ جان کیری تو نسلاً یہودی ہے۔ کیری بش کے مقابلے میں اسرائیل کا زیادہ حامی ہے اور مشرق وسطیٰ کی سیاست اور وسائل و مسائل سے زیادہ بہتر طور پر آگاہ ہے۔ اس کا بھائی کیمرون اسّی کی دہائی میں یہودی بن گیا تھا۔ کیری اگرچہ کیتھولک ہے' لیکن اُس کے پردادا یہودی تھے' لیکن بعد میں انہوں نے مذہب تبدیل کرلیا۔ گویا صیہونیت کیری کے خون میں رچی ہوئی ہے۔ کیری عظیم تر اسرائیل کے قیام کا حامی ہے۔ اس نے کئی موقعوں پر اسرائیل کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کیا ہے۔ اس نے فلسطین میں اسرائیلی باڑ لگانے کی بھی حمایت کی ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ یاسر عرفات کو تنہا کر دینا چاہئے۔ وہ کہتا ہے کہ یروشلم میں امریکی سفارت خانہ قائم کرنا ضروری ہے' کیونکہ یروشلم اسرائیل کا ناقابل تقسیم دارالحکومت ہے۔ فی الحال وہ امریکی مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے منافقت سے کام لے رہا ہے' ورنہ وہ اسرائیل کی محبت یعنی اسلام دشمنی میں جارج بش سے چند قدم آگے ہے۔

پھر آخر امریکی مسلمان کہاں جائیں؟ کس کو ووٹ دیں؟ بش اور کیری دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ وہ بش سے ناراض اور کیری سے خوف زدہ ہیں۔ اس الجھن کو حل کرنے کے لئے امریکی مسلمانوں کی بارہ بااثر انجمنوں اور تنظیموں نے مل کر ایک ٹاک فورس (AMT) بنائی۔ ٹاسک فورس کے نمائندوں نے مسلم ووٹروں سے رابطے قائم کئے' صلاح مشورے کئے تا کہ تمام امریکی مسلمان بحیثیت مجموعی ایک ہی صدارتی امیدوار کے حق میں ووٹ ڈالیں۔ ستمبر کے آخری ہفتے میں اے ایم ٹی کا خصوصی اجلاس نیویارک میں منعقد ہوا جس میں زیادہ سے زیادہ چالیس سرگرم کارکن شریک ہوئے' اور وہ بھی زیادہ تر پاکستان اور بنگلہ دیش سے تعلق رکھتے تھے۔ اے ایم ٹی کی کسی شریک تنظیم نے اپنا کوئی نمائندہ اس خصوصی اجلاس میں نہیں بھیجا' جس میں طے ہونا تھا کہ امریکی مسلمان کس صدارتی امیدوار کو ووٹ دیں۔ یاد رہے کہ نیویارک میں مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ ہے۔ دس لاکھ میں سے صرف چالیس نیویارکی مسلمانوں نے اتنے اہم اجلاس میں شرکت گوارا کی۔

اسے بے حسی کہئے یا مجبوری' لیکن یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آج امریکا میں رہنے والا مسلمان ہی نہیں' بلکہ بڑے بڑے مسلم ملک میں رہنے مسلمان بھی سخت ذہنی تذبذب اور روحانی عذاب سے گزر رہے ہیں۔ کسی بھی مسلم ملک کی قیادت و سیادت قابل اعتبار نہیں۔ مسلم امہ کے لئے اپنی سابقہ غلطیوں اور کوتاہیوں کی توبہ استغفار' اور اُمید کی کرن حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے سوا اب کوئی چارہ نہیں رہا۔

(ادارہ)

عراق

❁ مجاہدین نے 49 زیرتربیت عراقی فوجی اور اُن کے ڈرائیور کو ہلاک کر دیا' جبکہ بغداد میں مارٹر حملے میں امریکی سفارت خانے میں تعینات امریکی دفتر خارجہ کا ایک افسر ہلاک اور دیگر متعدد افراد زخمی ہو گئے۔ ابومصعب الزرقاوی گروپ الجہاد نے عراقی فوجی افسروں کے قتل کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔

❁ امریکی سراغ رساں ایجنسی سی آئی اے نے خفیہ طور پر عراق سے درجنوں قیدیوں کو دوسرے مقامات پر منتقل کر دیا ہے۔

افغانستان

❁ افغانستان کے صدارتی انتخابات میں حامد کرزئی نے کامیابی کے لئے مطلوبہ اکثریت حاصل کر لی ہے اور اب وہ سرکاری نتائج کا اعلان کرنے والے ہیں۔ حامد کرزئی کے قریبی حلیف یونس قانونی نے اب تک کے نتائج کے مطابق حامد کرزئی کی کامیابی کو تسلیم کر لیا ہے۔

فلسطین

❁ گزشتہ چند روز سے اسرائیلی ذرائع ابلاغ میں فلسطینی رہنما یاسر عرفات کی صحت کے بارے میں زبردست قیاس آرائی جاری ہے۔ فرانسیسی خبر رساں ایجنسی ''رائٹرز'' کو ایک بیان دیتے ہوئے اُن کے معالج صائب ارکات نے ان خبروں کی تردید کی کہ یاسر عرفات کو آپریشن کی ضرورت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ علیل ضرور ہیں اور تیونس کے ایک ڈاکٹر ان کا علاج کر رہے ہیں' لیکن اُن کی حالت ہرگز تشویش ناک نہیں ہے۔

❁ اسرائیلی حکومت نے مصر میں اسرائیلی ہوٹل پر ہونے والے بم دھماکے کے بعد اپنی خفیہ ایجنسی ''موساد'' کو ڈاکٹر ایمن الظواہری سمیت القاعدہ کے اہم ارکان کی تلاش و گرفتاری کا ٹاسک دیا ہے۔ ''موساد'' کے سربراہ کے مطابق اسرائیلی وزیراعظم شیرون نے ''حماس'' کے رہنماؤں کی گرفتاری یا شہادت کی بجائے القاعدہ کے اہم رہنماؤں کی گرفتاری اور شہادت کے احکام جاری کئے ہیں۔

کشمیر

❁ تحریک آزادیٔ کشمیر میں 89 ہزار سے زائد کشمیری مسلمانوں نے جان کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ بھارتی مسلح افواج نے 8 ہزار 534 خواتین کی بے حرمتی کی۔ 22 ہزار 164 خواتین بیوہ ہوگئیں۔ ایک لاکھ چار ہزار افراد کے گھر مسمار کر دیئے گئے' جبکہ ایک لاکھ سے زائد معصوم بچے بھی ظلم کا شکار بنے۔ یہ اعداد و شمار ''ایمنسٹی انٹرنیشنل'' کی جاری کردہ تازہ رپورٹ میں شائع ہوئے ہیں۔

❁ بھارت کے آٹھ سابق آرمی چیف نے بھارتی فوج کے لئے نئے آرمی نظریئے پر غور شروع کر دیا ہے' جبکہ مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کچلنے کے لئے نئی فورس قائم کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ تفصیلات کے مطابق نئی دہلی میں بھارتی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں سابق آرمی چیفس کی کانفرنس 24 اکتوبر کو شروع ہوگئی ہے۔ سابق فوجی سربراہوں نے بھارتی فوج کے لئے نئے نظریئے پر غور کیا' جس میں رات کے وقت لڑنے کی صلاحیت بڑھانا' جنگ میں جدید آلات' بالخصوص گائیڈڈ میزائل کا استعمال اور فوج کی فائر پاور بڑھانا شامل ہے۔

❁ کشمیر کے بارے میں دو روزہ عالمی کانفرنس 25 اکتوبر کو برطانیہ میں شروع ہوئی' جس میں لائن آف کنٹرول کے دونوں طرف سے کشمیری رہنما شریک ہوئے۔ تاہم بھارت نے کل جماعتی حریت کانفرنس کے رہنما سید علی شاہ گیلانی کو کانفرنس میں شرکت سے روک دیا ہے۔

پاکستان

❁ امریکا پاکستان کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کلیدی کردار کے باعث مالی نقصانات کے ازالے کے لئے تسلسل سے کیس لڑنے کے پیش نظر پاکستانی برآمدات میں اضافے کے لئے پاکستان کو ''کمتر درجے کے ترقی یافتہ ملک'' (Least developed country) کی حیثیت دینے پر غور کر رہا ہے' جبکہ یورپی یونین سے مارکیٹ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ''جی ایس پی پلس'' کی سہولت حاصل کرنے کی کوششیں آخری مراحل میں داخل ہوگئی ہیں۔ پاکستان برابر امریکا کو اس بات پر قائل کر رہا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اس کا کلیدی کردار رہا ہے جس کے باعث پاکستان معیشت کو نقصان کا سامنا ہے۔ امریکا اور یورپی ممالک کی طرف سے سفری مشکلات مزید خرابی پیدا کر رہی ہیں' اس لئے پاکستان کو امریکی مارکیٹوں تک زیادہ رسائی دے کر اس نقصان کا ازالہ کیا جائے۔

شام

❁ شام نے امریکا پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ اس پر مقبوضہ فلسطینی علاقوں اور لبنان میں اسرائیل کے خلاف مزاحمت کی حمایت ترک کرنے کے لئے دباؤ بڑھا رہا ہے۔ یہ بات شام کے وزیر اطلاعات مہدی دخل اللہ نے الجزیرہ ٹی وی کو دیئے گئے انٹرویو میں کہی۔ شامی وزیر اطلاعات نے کہا کہ امریکا چاہتا ہے کہ شام لبنانی مزاحمت اور فلسطین کے معاملے پر اپنا موقف تبدیل کر کے امریکا کی حکمت عملی کی حمایت کرے۔

انڈونیشیا

❁ امریکا نے انڈونیشیا کے جنوب مشرقی ایشیائی گروپ ''جماعۃ الاسلامیہ'' کو دوبارہ غیر ملکی دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا ہے۔ امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل نے جماعۃ الاسلامیہ کو امریکی امیگریشن قوانین کے تحت ''القاعدہ'' سے تعلقات کی بنا پر دوبارہ غیر ملکی دہشت گرد تنظیم قرار دیا ہے۔ جماعۃ اسلامیہ انڈونیشیا کے جزیرہ بالی میں 2002ء میں دہشت گرد بم دھماکوں کی بھی ذمہ دار ہے۔ دہشت گرد تنظیم قرار دیئے جانے سے اس تنظیم سے وابستہ کسی فرد کو امریکا کا ویزا نہیں ملے گا۔

ترکمانستان

❁ ترکمانستان کے دارالحکومت اشک آباد میں وسط ایشیا کی سب سے بڑی مسجد کا افتتاح 24 اکتوبر کو ہوا۔ اب یہ مسجد نمازیوں کے لئے کھول دی گئی ہے۔ افتتاحی تقریب میں صدر نیازوف کے علاوہ وزراء غیر ملکی سفیروں اور چھ ہزار سے زیادہ نمازیوں نے شرکت کی۔ اس مسجد میں دس ہزار کے قریب نمازیوں کے لئے نماز پڑھنے کی گنجائش موجود ہے اور اس کی تعمیر پر سو ملین ڈالر لاگت آئی ہے۔ مسجد کی اندرونی دیواروں پر قرآنی آیات انتہائی خوبصورتی سے کندہ کی گئی ہیں۔

ترکی

❁ برطانیہ کے وزیراعظم ٹونی بلیئر نے کہا ہے کہ ترکی یورپی یونین میں دس سال تک شامل نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ ترکی نے معیشت اور جمہوریت کی اصلاحات لانے کے لئے گراں قدر اقدام کئے ہیں' تاہم اس کی یورپی یونین میں شمولیت کے لئے مزید تیز رفتاری کی ضرورت ہے۔

صبر محض کھانے پینے سے اجتناب کا نام نہیں بلکہ گناہوں سے بچنا بھی صبر کے مفہوم میں شامل ہے

افطاری کے موقع پر غرباء اور مساکین کو اپنے ساتھ شریک کرنے سے معاشرے میں طبقاتی تقسیم کا احساس ختم ہو جاتا ہے

روزہ: روحِ انسانی کی بالیدگی اور تقویت کا ذریعہ

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب کے 15 اکتوبر 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج شعبان کی 29 تاریخ ہے۔ آنحضور ﷺ نے شعبان کے آخری روز ماہ رمضان المبارک کی اہمیت' اس کی فضیلت اور برکات کے حوالے سے ایک نہایت جامع خطبہ ارشاد فرمایا' جو حکمت نبویؐ کا ایک عظیم خزانہ ہے۔ قرآن کی وضاحت فرمانا آپؐ کا فرض منصبی تھا اور جب احادیث کے ذریعے قرآن ہی کے موضوعات اور اس کے احکام کی مزید تشریح ہمارے سامنے آتی ہے تو کلام الٰہی کی عظمت کا بھی احساس ہوتا ہے۔ ان دونوں کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا سب سے پہلے تو میں آپ کو وہ خطبہ سناؤں گا' کیونکہ رمضان المبارک گزارنے کے لئے ذہن کی تیاری کے حوالے سے یہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ نیکیوں کے اس موسم بہار سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیں پورے شعور اور ادراک کے ساتھ کمر کسنی ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ بیان فرماتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم پر ایک بہت عظمتوں والا مہینہ سایہ فگن ہوا چاہتا ہے۔ یہ بہت بابرکت مہینہ ہے''۔ برکت سے مراد کسی شے میں بڑھوتری اور اضافہ ہے۔ اس کی تفصیل اسی حدیث میں آگے آ جائے گی۔ اس برکت کا ایک بہت بڑا مظہر یہ بھی ہے کہ ''اس مہینے میں ایک رات وہ ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' یہاں قرآن مجید کی سورۃ القدر کا حوالہ ہے۔ ہزار مہینوں کی عبادت ایک طرف اور اس ایک رات کی عبادت ایک طرف ہے۔ یہ موقع اللہ نے دیا ہے' لیکن نصیب ہر ایک کو نہیں ہوتا۔ انسان ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی راستے کھولتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزے رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں میں قیام باعث اجر وثواب ہے''۔ اس کی تفصیل دوسری احادیث میں آئے گی کہ اس ماہ مبارک کی برکات سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کے لئے قیام اللیل کا ایک خاص مقام ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نرمی رکھی ہے' اس لئے دن کا روزہ تو فرض کر دیا گیا جبکہ رات کے قیام کی ترغیب وتشویق دلائی گئی۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ متوازی پروگرام ہے اور دونوں ہی کا اہتمام ضروری ہے۔ قیام اللیل سے اصل میں مراد قرآن کے ساتھ جاگنا ہے' جس کی سب سے اعلیٰ شکل یہ ہو سکتی ہے کہ ایک شخص رات کا بڑا حصہ اللہ کے سامنے حاضر ہو کر تہجد یا تراویح میں قرآن کو پڑھتے ہوئے گزارے۔ رات کو محض کھڑے رہنا یا نوافل پڑھتے چلے جانا مقصود نہیں ہے بلکہ قیام اللیل سے مراد نوافل میں زیادہ سے زیادہ قرآن حکیم کا پڑھنا ہے۔ شب قدر کی فضیلت کی بنیاد بھی یہی ہے کہ اس میں قرآن کو نازل کیا گیا۔

''جس کسی نے اس مہینے میں کسی ایک نیکی (غیر فرض عبادت) کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہا' تو وہ ایسے ہے جیسے سال کے دوسرے مہینوں میں اس شخص نے فرض ادا کیا۔ اور جس شخص نے ایک فرض ادا کیا' اس نے گویا سال کے دوسرے مہینے میں ستر فرائض ادا کئے''۔ یہاں فرض سے مراد صرف نماز' روزہ ہی نہیں ہے بلکہ اس میں مسلمانوں پر عائد فرائض اور واجبات کی طویل فہرست شامل ہے۔ عربی زبان میں کسی کے اجر وثواب اور درجے کو بہت اونچا بیان کرنے کے لئے عام طور پر 70 گنا کہا جاتا ہے۔ اس سے صرف اتنی ہی مقدار مراد نہیں ہوتی بلکہ اس سے بہت زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ ''یہ صبر کا مہینہ ہے''۔ روزے کی حالت میں انسان کو بھوک اور پیاس لگی ہو' بہترین کھانے اور ٹھنڈے مشروبات سامنے ہوں لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو روک کر رکھتا ہے۔ اسی طریقے سے جنسی خواہش کو پورا کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ ایک صبر تو یہ ہے' لیکن ایک دوسری قسم کا صبر بھی ہے جس سے مراد جھوٹ بولنے اور گناہ کے کاموں سے بچنا ہے۔ اس کے بغیر بھی روزہ مکمل نہیں ہوتا۔ احادیث کی رُو سے جس شخص نے روزے کے دوران بھی جھوٹ بولنا اور معصیت کے کام کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ درحقیقت یہ اس نے فاقہ کیا ہے۔ تو صبر ہر پہلو سے ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزے سے سوائے پیاس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی راتوں کو قیام کرنے والے بھی ایسے ہیں جنہیں سوائے شب بیداری کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص قرآن تو سن رہا ہے لیکن اپنے ضمیر کے دروازے کھولنے کو تیار نہیں ہے تو اس کے لئے یہ محض شب بیداری ہے۔ چنانچہ اس مہینے کی برکات سے فائدہ اٹھانے کے لئے ذہنی اور نفسیاتی طور پر بھی تیاری ضروری ہے۔ ''اور صبر کا بدلہ جنت ہے''۔ اصل میں پورے دین کا بھی ایک جامع عنوان ''صبر'' ہے۔ اگر صبر کے مفہوم کو کھولا جائے تو گناہوں سے رکنا بھی صبر ہے' اطاعت پر کاربند ہونے کے لئے بھی صبر اور استقامت درکار ہے جبکہ توکل کو بھی اس عنوان کے تحت واضح کیا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑا صبر یہ ہے کہ آدمی دنیا کے بجائے آخرت کو اپنی منزل بنا لے۔ سارا صبر اس کے اندر سمٹ آتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں بعض جگہوں پر بیان ہوا ہے کہ اہل جنت اس وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے کہ انہوں نے دنیا میں صبر کیا تھا۔

''اور یہ باہمی ہمدردی اور غمگساری کا مہینہ ہے''۔ وہ لوگ جن کے کھانے کے اوقات مقرر ہیں' جب روزہ رکھتے ہیں تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ بھوک اور فاقہ کسے کہتے ہیں۔ جن لوگوں کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں' ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے! ''اور یہ مہینہ وہ ہے جس میں مؤمن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے''۔ یہ وہ پہلو ہے جو مادہ پسند اور مادیت پرست لوگوں کو نظر نہیں آ سکتا۔ ان کے نزدیک تو روزے کی حالت میں قوت کار کم ہوتی ہے' دفتر کے اوقات کار بھی کم ہوتے ہیں لہٰذا آمدنی میں بھی کمی ہوگی۔ لیکن یہ ساری باتیں سطحی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا محتاج نہیں ہے۔ وہ

مسبب الاسباب ہے۔ وہ وہاں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے ہمیں گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ ''اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کو روزہ افطار کروائے''۔ صرف یہی نہیں کہ اپنے احباب اور ایک خاص طبقے کو بلایا جائے بلکہ غرباء مساکین اور محتاجوں کو افطار کروایا جائے ''تو اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کی بخشش اور اس کی گردن کو آگ سے چھڑانے کا موجب بنے گا۔ اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا' بغیر اس کے کہ روزے دار کے اجر میں کوئی کمی کی جائے''۔ یہاں دونوں پہلوؤں سے وضاحت کر دی گئی کہ افطار کرانے والے کو روزے دار کے برابر اجر ملے گا جبکہ روزے دار کا اجر اپنی جگہ پورا محفوظ ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ سے عرض کیا گیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص میں تو اتنی استعداد نہیں ہے کہ وہ کسی روزے دار کو افطار کروائے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ اجر و ثواب اس شخص کو بھی عطا کر دے گا جو دودھ یا پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزے دار کو روزہ افطار کرائے''۔ یعنی جسے اور کچھ میسر نہیں ہے' وہ صرف پانی یا دودھ کے ایک گلاس میں ہی اپنے روزہ دار بھائی کو شریک کر لے تو اسے پورا اجر ملے گا۔ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ افطاری میں اپنے لئے تو انواع و اقسام کی اشیاء ہوں جبکہ روزے دار کو دودھ کے ایک گھونٹ پر افطار کروایا جا رہا ہے۔ ''اور جو روزے دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے' اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض (کوثر) سے ایسا مشروب پلائے گا کہ پھر اسے جنت میں داخلے تک پیاس تنگ نہیں کرے گی''۔ محتاجوں کو افطاری کرانے اور پیٹ بھر کے کھانا کھلانے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں طبقاتی تقسیم ختم ہو جاتی ہے۔ اس امت کے سامنے شہادت علی الناس کا ایک بہت بڑا مشن ہے۔ اگر یہ یک جان نہیں ہو گی تو وہ کام کیسے ہوگا!

''اور یہ مہینہ وہ ہے جس کا پہلا حصہ رحمت ہے' اور درمیانی حصہ مغفرت ہے' اور آخری حصہ جہنم سے چھٹکارا ہے''۔ یہ وہ ہدف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے معین فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو اس عذاب الیم سے بچاؤ جو ہر انسان کا منتظر ہے۔ اپنے خطبہ کے آخر میں آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''اور جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام اور خادم کے کام میں تخفیف کرے گا'' یعنی اس خیال سے کام کے بوجھ کو ہلکا کرے کہ یہ روزہ دار ہے اور معمول کی مشقت گھٹا دے ''تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور جہنم سے اس کو چھٹکارا دلا دے گا''۔ یہ ہے وہ خطبہ مبارک جو ماہ رمضان المبارک کی آمد پر آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس پر عمل کرنا چاہئے تا کہ رمضان المبارک کی برکات زیادہ سے زیادہ حاصل کی جاسکیں۔

اب میں مختصر طور پر روزہ اور قرآن کے باہمی تعلق پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ اصل میں ایک پروگرام کے دو حصے ہیں۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جسے اللہ نے سال کے بارہ مہینوں میں سے روزے کی عبادت کے لئے مخصوص کیا ہے جبکہ رمضان کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں قرآن نازل ہوا تھا۔ لہٰذا ان کا آپس میں کوئی تعلق ضرور ہے۔ روزہ اصل میں انسان کی روح کی بالیدگی کا ذریعہ ہے۔ یہ روح ہی ہے جس کے باعث انسان اشرف المخلوقات ٹھہرا اور مسجود الملائک بنایا گیا' لیکن اسے نظر انداز کرنے کی وجہ سے آج انسان حیوانوں کی سطح پر آ گیا ہے اور اس کا جسم اس کی روح کا مقبرہ بن چکا ہے۔ روزے کے ذریعے روح کی تقویت کا سامان کیا گیا ہے کہ انسان اپنے حیوانی تقاضوں کو لگام دے۔ اس روح پر سے کھانے پینے اور شہوت کی گرفت کو ڈھیلا کرے۔ قرآن مجید میں روزے کی فرضیت بیان کرتے ہوئے اس کا مقصد انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرنا بتایا گیا ہے۔ تقویٰ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان کو ہر وقت اللہ کی موجودگی کا احساس رہے۔ اسی سے روح بیدار ہوتی ہے اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ انسانی روح کی اصل غذا اللہ کا ذکر ہے' جس کی اعلیٰ ترین شکل قرآن حکیم ہے۔ چنانچہ روح کی بالیدگی کا طریقہ یہ ہے کہ دن میں روزہ رکھو تا کہ روح بیدار ہو اور اس کے اندر طاقت آئے جبکہ رات کے اوقات میں اس پر کلام الٰہی کا فیضان ہو۔ یہ روحانی بالیدگی کا ایک دوگونہ پروگرام ہے۔ اسی لئے روزے کی عبادت کے لئے وہ مہینہ منتخب کیا گیا جس میں قرآن نازل ہوا تھا۔

رمضان میں رات کے قیام کی خصوصی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''روزہ اور قرآن بندے کے حق میں اللہ سے سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے تیرے اس بندے کو کھانے پینے اور شہوت سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالے۔ اور قرآن یہ کہے گا کہ پروردگار میں نے اس کو رمضان کی راتوں میں سونے سے روکے رکھا' لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش کو قبول فرمائے گا''۔ یہ پروگرام ہے: دن کا روزہ اور رات کا قیام مع القرآن۔ قیام مع القرآن کا اطلاق رات کے کم از کم ایک تہائی حصہ پر ہوگا۔ اگرچہ رات کا قیام فرض نہیں ہے لیکن ہر شخص کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اس کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب سے محروم نہ رہے۔ تراویح کا اصل مقصد بھی یہی تھا کہ قلب و روح پر قرآن کا فیضان ہو' لیکن ہم نے اسے محض رسم بنا لیا ہے۔ آج نماز تراویح میں نہ تو پڑھنے والے کو پتہ چلتا ہے کہ کیا پڑھا جا رہا ہے اور نہ اکثر و بیشتر سننے والوں کو کچھ سمجھ آتی ہے۔ تلاوت کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ الفاظ ہی پلے نہیں پڑتے' مفہوم تو دور کی بات ہے۔ بہرکیف کوشش کرنی چاہئے کہ اس کی اصل روح کو حاصل کیا جائے۔ نماز تراویح کے لئے مسجد کا انتخاب اس بنیاد پر نہ ہو کہ وہاں کتنے کم سے کم وقت میں تراویح مکمل کی جاتی ہے بلکہ اس بنیاد پر ہونا چاہئے کہ اچھا قاری کہاں ہے' تا کہ کم از کم الفاظ تو سمجھ میں آ سکیں۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ مفہوم بھی سمجھ میں آ جائے۔ اس کے لئے دورہ ترجمہ قرآن کا جو پروگرام بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے 1984ء میں شروع کیا تھا' اب وہ پاکستان کے بہت سے مقامات پر ہوتا ہے۔ اس میں نماز تراویح کے ساتھ قرآن کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی جاتی ہے' لہٰذا قیام اللیل کی برکات کو حاصل کرنے کا یہ ایک بہترین موقع ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ اس پروگرام میں شریک ہوا جائے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس مہینے کی برکتوں سے بھرپور طور پر استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (مرتب: محمد خلیق)

تعزیت نامہ

چوہدری غلام محمد قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون' اس خبر نے نہ صرف ہمیں انتہائی صدمے سے دوچار کیا بلکہ ایک قیمتی سرمائے کے چھن جانے کا احساس بھی بہت اجاگر ہوا۔

چوہدری صاحب مرحوم کی تنظیم کے ساتھ وابستگی اور دین کے ساتھ لگن ہر شک و شبہ سے بالا تھی۔ بہت سی خوبیاں اُن کا خاصہ تھیں وہ اپنی ذات میں ایک شفیق بزرگ' ایک اعلیٰ منتظم' ایک صاحب تقویٰ انسان اور تحمل و بردباری کا پہاڑ تھے۔ جس ثابت قدمی کے ساتھ اور جس ہمت و حوصلے کے ساتھ انہوں نے تنظیم اسلامی کے وجود میں آنے سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے ایثار و قربانی اور جانفشانی کا مظاہرہ کیا کسی بھی تنظیم و تحریک کے لئے ایسے لوگوں کی زندگیاں ایک Role Modle کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے ہر اچھے عمل کو قبول فرمائے ہر کوتاہی سے درگزر فرمائے ان کی قبر کا جنت کا ٹکڑا بنا دے اور دائمی آرام و راحت سے نواز دے۔ آمین!

دعا گو (1) غلام محمد سومرو' امیر تنظیم اسلامی حلقہ بالائی سندھ (2) حافظ محمد خالد شفیع' امیر تنظیم اسلامی صادق آباد

وردی کا جھگڑا، قومی اسمبلی اور مسلم لیگ کا کردار

ایوب بیگ مرزا

جمہوری ملک میں قانون ساز ادارے (اسمبلی) کی بہت اہمیت ہوتی ہے لیکن اگر پارلیمانی جمہوریت ہو تو اس ملک کی مرکزی اسمبلی چاہے قومی اسمبلی کہلائے یا ایوان زیریں' بہرحال قوت واقتدار کا سرچشمہ ہوتی ہے اس لئے کہ انتظامیہ اس کی کوکھ سے جنم لیتی ہے اور انتظامیہ کے لئے لازم ہے کہ اسے اسمبلی کی سادہ اکثریت حاصل ہو یعنی حکومت کے لئے اسمبلی کی حیثیت بیساکھی کی سی ہے۔ جونہی یہ سہارا ختم ہوتا ہے' حکومت ختم ہو جاتی ہے پاکستان کا معاملہ یہ رہا ہے کہ ستاون سال میں نصف سے زیادہ وقت فوجی طالع آزما اقتدار پر قابض رہے۔ فوجی حکمرانوں کا رجحان زیادہ تر صدارتی نظام کی طرف تھا کیونکہ صدارتی نظام میں صدر مطلق العنان حکمران ہوتا ہے اور اسمبلی کے ارکان کی محض اکثریت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اور بعض لحاظ سے وہ کسی کو بھی جواب دہ نہیں ہوتا۔ البتہ سیاست دانوں نے پارلیمانی جمہوریت کو اپنے ایمان کا جزو بنایا ہوا ہے اور وہ اس سے انحراف کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں۔

ستاون سال میں کسی بھی اسمبلی نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا نہیں منوایا اور نہ ہی اپنی اہلیت ثابت کی اور نہ ہی بادشاہ گروں نے اسمبلیوں کو سانس پورے کر کے اپنی طبعی زندگی کا وقت پورا کرنے دیا بلکہ اکثر اسمبلیاں عالم شباب ہی میں قتل کر دی گئیں۔ ملک غلام محمد نے پہلی اسمبلی کا جھٹکا کیا۔ جنرل ایوب نے اسمبلی کے ساتھ آئین کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ یحییٰ خان نے ایوب خان کی پیروی میں یہی کچھ کیا۔ ضیاء الحق زیادہ چالاک تھے انہوں نے اسمبلی کو تو چلتا کیا' البتہ آئین کے صرف وہ حصے معطل کئے جو ان کے اقتدار میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔ جنرل مشرف چالاکی اور عیاری میں ضیاء سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے اسمبلی کو ذبح کیا اور آرمی چیف ہوتے ہوئے جمہوری حکومت سے حکومت چھینی لیکن لفظ مارشل لاء کا استعمال نہ کیا اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کہلوانے کی بجائے چیف ایگزیکٹو کہلوائے۔ الفاظ کا ہیر پھیر اپنی جگہ عوام کی نمائندہ اسمبلی کا گلا ایک بار پھر گھونٹ دیا گیا۔ صدر غلام اسحاق خان اور صدر فاروق لغاری نے بھی اپنی اپنے دور میں ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے قومی اسمبلی کا خاتمہ کیا۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ ظلم میں قصور صرف ظالم کا نہیں ہوتا بلکہ مظلوم بھی کچھ نہ کچھ ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ اپنی بعض کمزوریوں سے ظالم کو ظلم کا موقع فراہم کرتا ہے۔

ستاون سال میں کوئی اسمبلی بھی اپنی کارکردگی' اپنے طرزِ عمل اور کردار سے ایسا رول ادا نہ کر سکی کہ عوام اس کے خاتمے پر ڈٹ جاتے بلکہ پاکستان کے عوام نے ہر اسمبلی کے خاتمے کے موقع پر وقتی طور پر خوشی کا اظہار کیا۔ عوامی ردعمل تو دور کی بات ہے ایسے مواقع پر غیر جانبدار ماہرین کے جو تبصرے سامنے آئے ان میں اگرچہ بعض نے اسمبلی کو ختم کرنے کی مذمت کی لیکن ساتھ یہ بھی کیا کہ اسمبلی کی کارکردگی بھی بڑی ناقص تھی۔ موجودہ اسمبلی جو اکتوبر 2002ء کے انتخابات کے نتیجے میں معرضِ وجود میں آئی ہے کارکردگی کے حوالے سے کسی طرح بھی سابقہ اسمبلیوں سے مختلف نہیں حالانکہ یہ گریجویٹ اسمبلی ہے۔ اس میں علماء کرام کی بھی کثیر تعداد موجود ہے۔ لیکن اس اسمبلی کی کارکردگی بھی انتہائی ناقص ہے۔

پہلے لیگل فریم آرڈر کا جھگڑا تھا۔ اے آر ڈی اور ایم ایم اے دونوں اپوزیشن میں اتحادی تھیں۔ یہ دونوں ڈیڑھ سال تک اسمبلی میں اس پوائنٹ پر ڈیسک بجاتے رہے کہ لیگل فریم آرڈر آئین کا حصہ نہیں اور اسے اسمبلی میں پیش کر کے اسمبلی کے دو تہائی ارکان کی منظوری سے طے کیا جائے۔ حکومت کے پاس دو تہائی اکثریت نہیں تھی اس کی رٹ یہ تھی کہ چونکہ سپریم کورٹ فرد واحد کو آئین میں ترمیم کا حق دے چکی ہے' اس لئے ایل ایف او صدارتی حکم کے ذریعے آئین کا حصہ بن چکا ہے۔ اپوزیشن کا مطالبہ تھا کہ سپریم کورٹ نے یہ حق جنرل ضیاء الحق کو بھی دیا تھا پھر بھی اس نے آئینی ترمیم کے لئے بل اسمبلی میں پاس کروایا تھا۔ اے آر ڈی کا موقف چونکہ زیادہ سخت تھا لہٰذا حکومت ایم ایم اے کے ساتھ مذاکرات کرتی رہی۔ بالآخر ایم ایم اے نے اے آر ڈی کی مخالفت کے باوجود سترھویں ترمیم کی منظوری کے لئے حکومت سے معاہدہ کر لیا' جس کی اہم ترین شق تھی کہ صدر مشرف 31 دسمبر 2004ء تک صدر اور آرمی چیف میں سے ایک عہدہ اپنے پاس رکھیں گے حکومت اور ایم ایم اے دونوں اسے اپنی اپنی کامیابی قرار دے رہے تھے۔

حکومت سترھویں ترمیم منظور کروانے کے علاوہ اے آر ڈی اور ایم ایم اے کے درمیان دراڑ ڈلوانے پر بھی خوش تھی جبکہ ایم ایم اے کا دعویٰ تھا کہ آرمی چیف کی وردی اترنے کا وعدہ لے کر انہوں نے ایسی کامیابی حاصل کی ہے جس کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ حقیقت ہے کہ سترھویں ترمیم میں باقی تمام معاملات خوش اسلوبی سے اور بہت جلد طے ہو گئے تھے۔ دونوں اطراف نے اصل زور آزمائی وردی کے اترنے کی تاریخ اور اسے آئین کا حصہ بنانے کے اختلاف پر کی تھی۔ صدر مشرف کا کہنا یہ تھا کہ اگرچہ 31 دسمبر 2004ء تک وردی اتار دیں گے لیکن اسے زبانی وعدے تک محدود رکھا جائے جبکہ ایم ایم اے کا مطالبہ تھا کہ اسے سترھویں ترمیم کا حصہ بنایا جائے اور صدر مشرف خود ریڈیو ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کے دوران اس وعدہ کا ذکر کریں۔

ایم ایم اے کے یہ مطالبات صدر نے بادلِ نخواستہ قبول کر لئے لیکن شریف الدین پیرزادہ' ایم ایم اے کے مولویوں کو آئینی زبان کے حوالہ سے چکر دینے میں کامیاب ہو گئے۔ وردی والے معاملے پر ایکٹ آف پارلیمنٹ کے ذریعے جسے سادہ اکثریت سے منظور کروایا جا سکتا ہے' تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ ویسے بھی نظریہ ضرورت کی موجودگی میں ایم ایم اے کی کون سنے گا۔ جہاں تک قوم کے سامنے وعدہ کا تعلق ہے اس کے خلاف یہ دلیل تیار کر لی گئی کہ چونکہ ریفرنڈم کے ذریعے جنرل مشرف کے صدر بننے کی پارلیمنٹ سے توثیق حاصل کی گئی تھی' اس میں ایم ایم اے نے صدر کو ووٹ نہیں دیا اور دوسرے اپوزیشن لیڈر نے سیکورٹی کونسل میں شرکت نہیں کی' لہٰذا معاہدے کی خلاف ورزی ایم ایم اے کی طرف سے ہوئی ہے۔ اب صدر مشرف بھی وردی اتارنے کے پابند نہیں رہے۔ اس پر اے آر ڈی نے ایم ایم اے پر طعنہ بازی شروع کر دی کہ وہ سرکاری اپوزیشن ہے۔ ایک گول میز کانفرنس بلائی گئی جس میں ایم ایم اے کو شرکت کی دعوت نہیں دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی چلی کہ ایم ایم اے کو حکومت نے بیوقوف بنایا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ ایم ایم اے کو مشتعل کیا

جائے‘ اور حکومت کے خلاف میدان میں اترنے کے لئے اسے پہلے پکا کرلیا جائے۔ جماعت اسلامی جو ایم ایم اے کی اہم ترین جماعت ہے وہ پوری طرح مشتعل ہو چکی ہے۔ قاضی صاحب وردی کو سیاسی زندگی اور موت کا مسئلہ بنا چکے ہیں لیکن مولانا فضل الرحمٰن کے سامنے ڈیڑھ صوبے کی حکومت اور لیڈر آف اپوزیشن کا عہدہ ہے۔ ادھر حکومت میں بھی صرف اتنے ہی ممبران مطمئن ہیں جو وزیر یا وزیر مملکت مشیر یا پارلیمانی سیکرٹری بنے ہیں۔ صدر مشرف کے پاس صرف فوجی ڈنڈا ہے کوئی عوامی حمایت ان کی پشت پر نہیں۔

اب تک کی گفتگو کا حاصل صرف یہ ہے کہ اپوزیشن اور حکومت میں ایک مرتبہ پھر سخت کشیدگی ہے اور وہ پوائنٹ آف نوریٹرن کی طرف بڑھ رہے ہیں اور قومی اسمبلی میں بحیثیت مجموعی کوئی صلاحیت نہیں کہ وہ بحران کا حل ڈھونڈ سکے۔ انفرادی سطح پر بھی کوئی شخصیت نظر نہیں آ رہی جو مرکزی کردار ادا کر کے حکومت اور اپوزیشن کو مصالحت کی طرف لا سکے۔ اس کا نتیجہ یا تو پہلے کی طرح یہ نکلے گا کہ ضعیف پر نزلہ گرے گا اور اسمبلی وردی تلے دم گھٹ کر مر جائے گی تاہم راقم کی رائے میں جنرل مشرف جنرل ضیاء الحق کے تجربے سے فائدہ اٹھائیں گے اور اسمبلی تحلیل نہیں ہوگی۔ شور شرابے اور ہنگاموں میں اسمبلی چلتی رہے گی‘ البتہ نتائج کے اعتبار سے یہ صورت حال خصوصاً عالمی حالات کے پس منظر میں‘ انتہائی خوفناک اور مہلک ثابت ہوگی۔

راقم اس کالم کے ذریعے حکومت کو تسلسل کے ساتھ مشورہ دے رہا ہے کہ خارجی سطح سے زیادہ داخلی سطح پر اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ مفاہمت و مصالحت کی پالیسی اختیار کی جائے۔ وسیع النظر اور وسیع الظرف ہونے کا ثبوت دیا جائے۔ تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا جائے کسی معاملے میں پیچھے قدم ہٹانے کو توہین نہ سمجھا جائے۔ پرویز مشرف یقیناً جانتے ہوں گے کہ جو خدمت جنرل ضیاء الحق نے امریکہ کی کی وہ پاکستان کے حکمرانوں میں سے کسی نے نہیں کی اور شاید دنیا بھر میں کوئی ایسی خدمت بجا نہ لایا ہو لیکن مطلب براری کے بعد امریکہ نے اپنے اس جگری دوست کو جلا کر راکھ کر دیا۔ امریکہ نے اپنی روایات کے مطابق سابقہ طریقہ واردات اختیار کرے گا۔ وہ ایک طرف جنرل مشرف کو مجبور کرے گا کہ وہ ایسے اقدام کرے جو امریکی مفاد میں ہوں‘ خواہ عوام اسے کتنا ہی ناپسند کریں۔ دوسری طرف اپوزیشن کو مدد فراہم کرے گا کہ وہ صدر مشرف کو کمزور کرسکیں اور عوام کی ہمدردی حاصل کرسکیں۔

حکومت اور اپوزیشن میں جتنی کشیدگی بڑھے گی عوام کی پشت پناہی سے محروم صدر پرویز مشرف اتنا ہی امریکہ کے ناروا مطالبات کے سامنے جھکتے چلے جائیں گے۔ عوام کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اگرچہ مہنگائی‘ بے روزگاری‘ بدامنی‘ قتل و غارت ڈاکہ زنی اور سرکاری دفاتر میں اپنے ساتھ ہونے والی بدسلوکیوں کی وجہ سے موجودہ حکومت خصوصاً صدر پرویز مشرف سے سخت نالاں ہیں‘ لیکن وہ کسی سیاسی تحریک کا ایندھن بننا پسند نہیں کریں گے کیونکہ عوام نے کم از کم اس معاملے میں ماضی سے سبق سیکھا ہے‘ وہ یہ کہ جانی و مالی قربانیاں دے کر عوام حکومت بدلیں اور ان کی تمام تکالیف اور سختی میں مزید اضافہ ہو جائے اور پکی پکائی کھیر کوئی اور کھا جائے۔ اگر کوئی سیاسی تحریک چلی تو اس کی کامیابی اور ناکامی دونوں پاکستان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں گی۔ کامیابی کا مطلب یہ ہے کہ بہت زیادہ توڑ پھوڑ ہوگی تب کہیں مشرف سے نجات حاصل ہوگی‘ لیکن کوئی یحییٰ خان اُن کی جگہ لے سکتا ہے۔ اللہ پاکستان کو اپنی پناہ میں رکھے۔ اور اگر تحریک ناکام ہوگئی تو پرویز مشرف مزید دلیر ہوں گے‘ امریکہ کی جانب سے مزید تعاون ہوگا اور دہشت گردی کی آڑ میں مزید خون بہایا جائے گا۔ فوج اندرون ملک سیاست میں مزید ملوث ہوتی چلی جائے گی۔

عالمی سطح پر اس وقت جبکہ قوت کے مراکز میں جاری جنگ فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو رہی ہے‘ پاکستان کا اندرونی منظر نامہ کیا ہے۔ حکومتی جماعت اختلافات کا شکار ہے اور اُس کا عوام سے رابطہ منقطع ہے۔ فوجی حکمران عوامی رابطے کا قائل ہی نہیں ہوتا یا اس کے لئے یہ رابطہ ممکن ہی نہیں ہوتا۔ اپوزیشن تحریک چلانے کی دھمکیاں دے رہی ہے اور اس نے اسمبلی میں حکومت کے لئے ناقابل برداشت صورت حال پیدا کی ہوئی ہے۔ تحریک کی کامیابی اور ناکامی ہر دو صورت میں پاکستان کا نقصان لازم ہے۔ امریکہ اندرونی معاملات میں حد سے زیادہ دخل اندازی کر رہا ہے جس کے نتیجہ میں قبائل اور فوجی حکومت کے درمیان باقاعدہ جنگ ہو رہی ہے اور دونوں طرف سے خون بہہ رہا ہے۔ پھر بھی افغانستان کے حوالہ سے مغرب اور امریکہ کے میڈیا نے ہمارا جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔

عوام مہنگائی اور بے روزگاری کی وجہ سے کسی مثبت بات کی طرف توجہ دینے کی پوزیشن میں نہیں‘ کشمیر پر ہم آئے دن اپنا موقف تبدیل کر رہے ہیں۔ خارجہ پالیسی جس کی کامیابی کا بہت پروپیگنڈا ہے‘ اُس کا حال یہ ہے کہ چین جس کی دوستی پر ہمیں فخر تھا اور جسے ہمارے سوا کوئی دوست نہیں ملتا تھا‘ وہ کہہ رہا ہے کہ بھارت کو اقوام متحدہ میں اہم رول ادا کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ امریکہ‘ اسرائیل اور بھارت کی ٹرائیکا ہمارے ایٹمی تنصیبات کو ہر قیمت پر تباہ کر دینے پر تلی ہوئی ہے۔ معیشت جس کی بہتری پر بہت ناز کیا جا رہا تھا پھر ڈانواں ڈول ہے نقصان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور WTO سر پر کھڑا ہے۔ اپوزیشن کا حال بھی اچھا نہیں اے آر ڈی ایم ایم اے کو شک کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ ایم ایم اے کے صدر قاضی صاحب حکومت کے خلاف تحریک چلانے کے لئے تیاریوں پر ہیں اور فضل الرحمٰن غیر ملکی دوروں میں مصروف ہیں۔ وہ فی الحال تحریک کے موڈ میں نہیں۔

اس منظر نامے کے ساتھ ہم اس فیصلہ کن جنگ میں اپنے لئے کہاں جگہ بنائیں گے۔ حکومت ہو یا اپوزیشن ان کے رویوں پر غور کریں۔ ہر غیر جانبدار مبصر یہ نتیجہ اخذ کرے گا۔ سب کو ذاتی اور گروہی مفاد عزیز ہے۔ نام ملک اور قوم کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ سوچ احمقانہ ہوگی کہ ذات کے خول سے باہر نکلے بغیر ہم ترقی یافتہ‘ باوقار اور باعزت اقوام کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔ پستیوں کے مکین تو ہم بلاشبہ ہیں کہیں بطور سزا ہمیں حرف غلط کی طرح نہ مٹا دیا جائے۔

(العیاذ باللہ)

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت وفضیلت سے آگاہی

اور عظمتِ انسان سے واقفیت کے لئے

بانی تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** حفظہ اللہ

کے دو کتابچے ___ خود پڑھئے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجئے:

عظمتِ صوم

حدیث قدسی فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ کی روشنی میں

اشاعت خاص: 12 روپے ‏ ‏ اشاعت عام: 6 روپے

عظمتِ صیام وقیام رمضانِ مبارک

اشاعت خاص: 18 روپے ‏ ‏ اشاعت عام: 10 روپے

افطار ڈنر

جاوید چودھری

عارف حسین یہاں اسلام آباد کے ایک سرکاری دفتر میں کلرک ہے' رمضان میں وہ اور اس کا چھوٹا بھائی سموسوں' پکوڑوں اور کچوریوں کا سٹال لگاتا ہے' اس سٹال سے وہ ایک مہینے میں اتنے پیسے کما لیتا ہے جتنے اسے سال بھر کی ملازمت سے نہیں ملتے' میں نے وجہ جاننے کی کوشش کی تو عارف حسین نے قہقہہ لگایا ''رمضان میں ہر مسلمان سموسے اور پکوڑے ضرور کھاتا ہے' جس کا فائدہ ہم جیسے عارضی دوکانداروں کو پہنچتا ہے'' عارف حسین کا جواب اس ملک کی اجتماعی سوچ کا آئینہ ہے' یہ جواب بتاتا ہے کہ اسلام اور قرآن کے بارے میں ہمارے رویئے کیا ہیں' ہم کتنے فیصد مسلمان ہیں۔ ہمارے اندر ایمان اور یقین کی کیا صورتحال ہے۔

ہم نے روزے کے بارے میں کتابوں میں جو پڑھا تھا اس میں کچوریوں' پکوڑوں اور سموسوں کی گنجائش نہیں نکلتی' اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا فرمانا تھا روزہ تزکیہ نفس ہے۔ روزے کی حالت میں انسان بارہ چودہ گھنٹے بھوکا پیاسا رہ کر ان لوگوں کی حالت زار کا اندازہ کرتا ہے جنہیں روٹی اور پانی نصیب نہیں ہوتا' انسان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے۔ اسے محسوس ہوتا ہے اگر وہ اپنے دسترخوان کا سائز چھوٹا کر دے' دو کی جگہ ایک روٹی اور تین ٹائم کی بجائے دو وقت کھانا کھا لے تو اس کے ''قبضے'' میں آئے رزق سے کئی لوگ استفادہ کر سکتے ہیں' روزہ تقسیم رزق اور مساوات کی علامت ہے۔ یہ انسان کو سکھاتا ہے وہ گھر سے نکلے' ان لوگوں تک پہنچے جن لوگوں تک اللہ کا رزق نہیں پہنچ رہا۔ انہیں گلے سے لگائے اور ان کا حق انہیں لوٹا دے۔

روزہ بدن اور روح کا ٹوٹا رشتہ بھی جوڑتا ہے' یہ انسان کو یاد دلاتا ہے روح لطیف اور بدن ایک کثیف جنس ہے اور روزہ واحد طریقہ ہے جو کثیف کا لطیف سے رابطہ پیدا کرتا ہے یہ انسان کو سمجھاتا ہے صحت کم خوراک اور متوازن خوراک کا نام ہے۔ بسیار خوری انسان کو سست' کاہل اور بیمار بناتی ہے لیکن افسوس رمضان کے یہ پیغام مسلمانوں تک نہیں پہنچ پائے اور ہم نے اس مہینے کو بسیار خوری' لوٹ کھسوٹ' اقرباء پروری اور پکوڑوں' سموسوں اور کچوریوں کی نذر کر دیا' ہم نے اسے اپنے عمل سے فضول خرچی اور اسراف کا مہینہ بنا دیا' آپ دیکھ لیجئے رمضان میں پاکستان کے ہر گھر کا خرچ دوگنا ہو جاتا ہے' تمام شہروں اور قصبوں میں کھانے پینے کی دکانوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور گلیوں اور بازاروں میں بھکاری بڑھ جاتے ہیں۔

ہماری رمضان دشمنی صرف یہیں تک محدود نہیں' ہم اس مہینے ہر طریقے سے اللہ کی برکتوں اور رحمتوں کی ناقدری کرتے ہیں۔ یہ رواداری اور تحمل کا مہینہ ہے لیکن آپ پورے ملک میں دیکھئے افطار سے ذرا پہلے سموسوں' پکوڑوں کی ریڑھیوں پر لوگ ایک دوسرے سے الجھ رہے ہوتے ہیں۔ مسجدوں میں لوگ کھجوروں اور شربت کے پیالوں پر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوتے ہیں' افطار سے قبل سڑکوں پر ٹریفک جام ہو جاتی ہے' ہر شخص ہنگامی اور جنگی صورتحال کا شکار ہوتا ہے۔ وہ دوسروں سے پہلے پکوڑوں تک پہنچنا چاہتا ہے' گاڑیاں گاڑیوں سے ٹکراتی ہیں' سگنل بند ہو جاتے ہیں' ہارن پر ہارن بجتے ہیں اور دھوئیں اور گرد و غبار سے سانس تک محال ہو جاتا ہے۔

یہ ایمانداری اور رزق حلال کا مہینہ ہے لیکن آپ دفتروں میں جا کر دیکھئے دن بارہ بجے کے بعد آپ کو دفتر سنسان ملیں گے' آپ پوچھیں گے صاحب کہاں ہیں؟ جواب ملے گا صاحب کا روزہ تھا وہ نماز پڑھنے گئے ہیں' وہیں سے گھر واپس چلے جائیں گے' آپ پوچھیں گے میری درخواست کا کیا بنا جواب ملے گا رمضان ہے دفتر میں کام نہیں ہو رہا عید کے بعد پتہ کیجئے گا۔ آپ کسی افسر کے خلاف اس کے چڑچڑے پن اور بدتمیزی کی شکایت کیجئے جواب ملے گا اس کو روزہ لگا ہوا تھا معاف کر دیں۔

آپ بازار سے سودا خریدیں' گھر آ کر وزن کریں' وہ کم نکلے گا' کھجوروں کا ڈبہ لیں اوپر اچھی اور نیچے خراب کھجوریں ملیں گی۔ شربت کی بوتلیں دیکھیں رمضان میں ان کا معیار مزید پست ہو جائے گا' خراب اور باسی سالن سموسوں میں بھر کر لوگوں کو کھلا دیے جائیں گے' یہ سادگی اور میانہ روی کا مہینہ ہے لیکن اس مہینے میں ملک میں ریکارڈ پارٹیاں ہوتی ہیں' جس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے بھوک اور پیاس کا مہینہ کہا۔ اس مہینے کو اہلِ ایمان نے افطار ڈنر اور افطار بوفے کا مہینہ قرار دے دیا۔ اسے تیس روزے تیس افطار پارٹیاں اور تیس جلسوں کا نام دے دیا' اسے فیشن اور نمود و نمائش کا مہینہ بنا دیا جو مہینہ زکوٰۃ' خیرات اور صدقوں کا مہینہ تھا اسے ہم نے بہت سے لوگوں کے لئے محرومیوں کا کلائمکس بنا دیا۔

آپ یقین کیجئے جب ہم لوگ قرآن' تفاسیر اور احادیث کی کتابوں میں درج رمضان کے بارے میں پڑھتے ہیں اور اس کے بعد معاشرے میں اترے رمضان کا مطالعہ اور مشاہدہ کرتے ہیں تو سر شرم سے جھک جاتا ہے' اس لمحے معلوم ہوتا ہے اللہ ہماری دعائیں کیوں نہیں سنتا' وہ ہماری توبہ کیوں قبول نہیں کرتا' اس کی رحمتیں' اس کی برکتیں ہم تک کیوں نہیں پہنچ رہیں' ذرا انصاف کیجئے جو شخص رمضان کے مہینے میں ہیضے کا شکار ہو جائے اللہ اس کی دعا' اس کی بات کیوں سنے گا۔ رمضان میں جس کے منافع' جس کی آمدنی میں اضافہ ہو جائے اور جس معاشرے' جس ملک میں رمضان کے مہینے میں بھکاری بڑھ جائیں اس ملک' اس معاشرے میں اللہ کی رحمتیں کیوں اتریں گی۔

برنارڈ شا نے اسلام کے بارے میں کہا تھا دنیا کا بہترین مذہب بدترین قوم کے پاس ہے یقین کیجئے ہم لوگ اپنے ہر رویئے' ہر انداز سے خود کو بدترین قوم ثابت کرتے ہیں' ہم ہر روز دنیا کو یہ بتاتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ' اللہ کے رسول ﷺ اور ان کی کتاب کے قابل نہیں ہیں۔ ذرا سوچئے جس قوم کے رسول ﷺ نے پوری زندگی ایک کھجور اور پانی کے ایک پیالے سے روزہ افطار کیا' جس کے گھر رمضان میں دسترخوان نہیں بچھتا تھا جو نمک کی ڈلی چاٹ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اس رسول ﷺ کی امت افطاری کو افطار ڈنر کہتی ہے اور اس کے بعد مدد کے لئے آسمان کی طرف دیکھتی ہے' ہم کیسے مسلمان ہیں جن کی ذات میں اسلام کی ایک بھی صفت دکھائی نہیں دیتی جس نے روزے کو بھی فیشن بنا دیا۔ ✿

(بشکریہ روزنامہ جنگ)

دعائے صحت کی اپیل

☆ انجمن خدام القرآن سندھ کے صدر اور تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق' محترم زین العابدین علیل ہیں۔ وہ ان دنوں گردے کے آپریشن کے لئے لندن میں مقیم ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی کے ملتزم رفیق یعقوب عمر صاحب گزشتہ کئی ماہ سے بیمار ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے ان دونوں حضرات کیلئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

تحریک ریشمی رومال

سید قاسم محمود

انیسویں صدی سے پہلے برعظیم پاک و ہند میں جتنی سیاسی تحریکیں چلیں اُن کا مقصد حصولِ آزادی نہیں تھا' بلکہ اصلاحِ حکومت کے ذریعے نفاذِ شریعت تھا' کیونکہ پاک و ہند کی سیاسی نوعیت اور معاشرتی ماحول بدل گیا تھا۔ 1803ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ملک کے اکثر و بیشتر حصوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ مدراس' بنگال' میسور' دکن' بمبئی' روہیل کھنڈ اور یوپی کے صوبوں پر کمپنی کی بلاشرکت غیرے حکومت قائم ہو چکی تھی۔ کمپنی کے نمائندوں نے مرکزی حکومت سے ملکی انتظامات کا پروانہ جابرانہ طریق پر لکھوا کر یہ اعلان کرا دیا کہ "خلق خدا کی' ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا"۔ اس لئے حکومت دہلی اور اس طرح صوبہ سندھ کی حکومت تو کمپنی کے سامنے لاچار و بے بس ہو چکی تھی۔ باقی صوبہ سرحد' کشمیر اور پنجاب میں رنجیت سنگھ کی حکومت تھی جو انگریز کمپنی کی معاون و مددگار تھی اور کمپنی کے ساتھ ان کے زوردار اور پختہ تحریری و زبانی معاہدے تھے (ان تمام امور کی داستان اس سلسلے کی سابقہ قسطوں میں بیان ہو چکی ہے۔ یہاں یاد آوری کے طور پر خلاصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ تاکہ تحریک ریشمی رومال کے بیان کو پس منظر مہیا ہو سکے)۔

دریں صورتِ احوال شاہ ولی اللہ اور اُن کے چشم و چراغ اور تیرہویں صدی کے مجدد اعظم حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ اور اُن کے تلامذہ مریدین اور رفقائے کار کی جماعت نے ملکی اور بین الاقوامی حالات پر غور و خوض کرنے کے بعد آزادیٔ ہند کی ملک گیر تحریک کا آغاز کیا' جس کی تہ میں ظاہر ہے کہ تجدید و احیاءِ اسلام کا جذبہ بھی موجزن تھا۔ اس تحریک کا نقشہ اس طرح تیار کیا گیا کہ ہندوستان میں رہ کر مقابلہ کرنا ناممکن تھا' لہٰذا محاذِ جنگ شمال مغربی صوبۂ سرحد کو بنایا گیا اور اندرونِ ہند سے مالی اور فوجی سلسلے کی ترسیل براستہ سندھ' کوئٹہ' بلوچستان متعین کی گئی۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے صرف ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا اور اپنے رفقاء کو ملک کے مختلف اطراف و اکناف میں تبلیغِ جہاد پر مامور کیا ہی تھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ پھر آپ کے جانشین آپ کے تلمیذ و خلیفہ سید احمد شہید مقرر ہوئے اور انہوں نے اس تحریک کو بہ احسن وجوہ صوبہ سرحد میں چھ سال تک چلایا۔ آپ کا مقصد یہی تھا کہ سکھوں کی حکومت کا روڑا راستے سے ہٹا کر پورے ہندوستان سے ظالم حکومت کو نکال کر ملک کو آزاد کیا جائے' لیکن ہماری شومئی قسمت سے اور مسلمانوں کی غداری اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی مکاری اور عیاری سے 1831ء میں بالاکوٹ کے مقام پر یہ تحریک سکھ سردار شیر سنگھ کے ہاتھوں سے اپنے عروج کے بعد ختم ہو گئی۔ سید احمد شہیدؒ امیر جماعت اور ان کے دست راست اور وزیر و مشیر مولانا محمد اسماعیلؒ اور دوسرے رفقائے کار نے جہاد حریت لڑ کر نہ صرف آزادیٔ ہند ہندوستان میں تجدید اسلام کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا۔ اب جتنی بھی لڑائیاں غیر ملکی آقاؤں اور اُن کے حواریوں سے لڑی جاتی تھیں' اُن کے دو مقاصد یعنی آزادیٔ ہند اور تجدید اسلام الگ الگ نہیں تھے' بلکہ یہ ایک ہی مقصد کی دو شاخیں اور لڑیاں تھیں۔ آزادیٔ ہند میں تجدید اسلام کا رنگ اور تجدید اسلام میں آزادیٔ ہند کا پہلو خود بخود شامل تھا۔

وادیٔ بالاکوٹ میں عشق و اخلاص سے مردانِ حر نے جو خون بہایا وہ آزادیٔ ہند کے پردے میں تجدید و احیاء اسلام کی خاطر تھا' لیکن حق و صداقت پر مبنی تحریکیں قوتِ قاہرہ و جابرہ کے مقابلے میں دب جایا کرتی ہیں یا پس منظر میں چلی جایا کرتی ہیں' ختم نہیں ہوا کرتیں۔ اسی طرح سید احمد شہید کی تحریک بھی وقتی طور پر دب گئی تھی' مگر آج تک ایک دن کے لئے بھی ختم نہیں ہوئی۔ اس کی دبی ہوئی چنگاریاں ہندوستان کے چپے چپے میں بکھری ہوئی' دہک رہی تھیں۔ پچیس سال کے بعد دوبارہ سلگ اٹھیں اور راہنمایانِ تحریک نے اپنے خون سے جو بیج بویا تھا وہ 1857ء میں برگ و بار لایا۔ یہ درحقیقت مجدد الف ثانی' شاہ ولی اللہ اور سید احمد شہید ہی کی چلائی ہوئی تحریکوں کا تسلسل تھا۔ یہ تمام تحریکیں اور آئندہ تحریکیں بھی (جن کا ذکر آگے چل کر اپنے اپنے مقام و محل پر آئے گا) ایک ہی زنجیر کی کڑیاں تھیں۔ ان تمام تحریکوں کا نقطۂ عروج "تحریک پاکستان" تھا' جس کے نتیجے میں پاکستان کا حصول و قیام ممکن ہوا۔

ستاون کی تحریک: نئی روشنی میں

1857ء کی تحریک آزادی کو انگریزوں نے غدر اور بغاوت کے نام سے مشہور کیا' اس لئے 1947ء تک برطانیہ کے عہد میں صحیح واقعات کا لکھنا یا اسے آزادی کی جنگ کہنا ایک بہت بڑا اور ناقابل تعزیر جرم تھا۔ برطانیہ اور یورپ کے مورخین نے جو لکھ دیا ہے' اس پر حرف تنقید لکھنے کی بھی اجازت نہ تھی' اس لئے یہ کہنا حقیقت پر مبنی ہے کہ 1857ء کا جہاد حریت دنیائے تاریخ میں اب تک تہ بہ تہ پردوں میں مستور ہے۔ حصولِ آزادی کو نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے' لیکن اب تک ہمارے مصنفین و مورخین کا قلم پوری طرح پرانی پابندیوں سے آزاد نہیں ہوا ہے۔ جو کچھ چیزیں برآمد ہوئی ہیں' وہ زیادہ تر ہندوستان کے مصنفین کی کتابوں سے ظاہر ہوئی ہیں' لیکن اُن سے یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ وہ بہائے ہوئے خون میں اسلام کے موتی چنیں گے وہ تو احیائے ہندومت کی تحریک کو ابھارنے کے لئے زیادہ بہتر یہ نقشہ پیش کرتے ہیں کہ انگریزوں کے خلاف یہ بغاوت دراصل ہندوؤں نے کی تھی اور مسلمانوں نے اپنے بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی حکومت بچانے کی خاطر ہندوؤں کا ساتھ دیا تھا۔

اردو میں (اور انگریزی میں بھی) حصولِ آزادی کے بعد جو نئی کتابیں نئی سوچ اور تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہیں ان سے بہت سے حقائق کی اصلیت پر سے پردہ ہٹا ہے اور واقعات کو نئی آزادانہ روشنی میں دیکھا جانے لگا ہے' مگر سن ستاون کی تحریک کا ایک پہلو اب تک منصہ شہود پر نہیں آیا۔ تب کسی مورخ نے اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا۔ وہ یہ کہ اتنی منظم اور ہمہ گیر عوامی تحریک کہ راس کماری سے درۂ خیبر تک تمام شہروں' قصبات اور دیہات کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ کوئی شہر اور قصبہ اور کوئی گاؤں اور دیہات اس سے باہر نہ رہا ہو۔ پھر سول میں بغاوت' عوام میں بغاوت' فوجوں میں بغاوت' یہاں تک انگریزوں کے وفاداروں اور ازلی خوشامدیوں میں بھی بغاوت کے آثار' پھر رازداری' سراغ رسانی اور پیغام رسانی کا منصوبہ اتنا منظم کہ برطانیہ کے کراماً کاتبین کی نگاہوں سے اوجھل ہر شخص اور ہر فرد تک اپنا پیغام پہنچایا جا رہا ہو۔ آخر وہ چپاتیوں کا معاملہ کیا تھا جو یوپی سے شروع ہو کر پنجاب' سرحد' سندھ اور دکن و بنگال تک پہنچ گیا۔

(ملاحظہ ہو "ندائے خلافت" شمارہ 14 جنوری 2004ء)

پھر ہاتھی سوار اور ایک بوڑھے کی داستان آپ نے تاریخ میں پڑھی ہوگی اور وہ سبز پوش مسلمان بڑھیا جو ہندوستان کے کونے کونے میں نوجوانوں کو ابھارتی اور خود میدانِ جہاد میں مردانہ وار مقابلہ کرتی رہی اور دہلی میگزین کا

وہ ملازم سپاہی جو بقول ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر ہندوستان کی ہر چھاؤنی میں اپنا پیغام پہنچاتا رہا' لیکن سی آئی ڈی کو خبر تک نہ ہوئی اور پھر وہ قلمی اشتہارات کا سلسلہ جو دہلی کے در و دیواروں پر چسپاں ہوتے رہے۔ کیا انگریزوں کی سی آئی ڈی اس کی تہ تک پہنچی کہ اس کے پیچھے کون سا ہاتھ کام کر رہا تھا اور سب سے بڑھ کر وہ اشتہار ہے جو شاہ ایران کی جانب سے ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچایا جاتا ہے۔ کیا انگریزی سی آئی ڈی نے یہ معلوم کیا کہ اس کے پس منظر میں کون سے حقائق پوشیدہ تھے۔

سب سے زیادہ الجھن اور عقدہ' جو آج تک نہیں کھلا' یہ مسئلہ ہے کہ ہندو مسلم جو مذہب' معاشرت' تمدن' ثقافت' روایات' غرضیکہ ہر لحاظ سے ایک دوسرے کے مقابل و متصادم ہیں' وہ اس تحریک میں نہ صرف کہ پبلک میں یک جان اور دو قالب ہو جاتے ہیں' بلکہ فوجوں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بھائی بن جاتے ہیں اور یکجا مل کر کھانا کھانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہندو گائے کا گوشت کھا کر اُس پر نازاں ہیں اور مسلمان ہندوؤں کے ہولی دیوالی کے تہواروں میں شریک ہو کر خوشیاں مناتے ہیں' حالانکہ فوجوں میں باہر کا کوئی لیڈر اور قائد جا کر تبلیغ نہیں کر سکتا' بلکہ انگریزی نظام میں تو فوجوں کی دنیا ہی دوسری ہوتی ہے۔ پھر ان کو اس طرح منظم اور متحد کس نے کیا۔ انگریزی سی آئی ڈی کے لئے یہ مسئلہ اب تک معما بنا ہوا ہے۔ یہ اور اسی قسم کے دوسرے واقعات اور واضح دلائل ہیں اس بات پر کہ ستاون کی تحریک کے پیچھے کوئی مدبر ترین دماغ تھا جو اس کو چلا رہا تھا۔ آخر وہ کون سا ہاتھ تھا' وہ کون سا دماغ تھا جو اس تحریک کا بانی' محرک اور ناظم تھا۔

یہی وہ اہم مسئلہ ہے جس پر آج تک کسی مورخ کا تجزیہ کم از کم ہماری نظروں سے نہیں گزرا۔ ہماری ناچیز رائے میں ستاون کی تحریک کے محرک' قائد اور رہنما بھی وہ علمائے دین تھے جو شاہ عبدالعزیز اور سید احمد شہید کی تحریک سے وابستہ تھے۔ آپ غور فرمائیے کہ صوبہ الہ آباد کے گورنر مولانا ولایت علی صاحب اور صوبہ بریلوی کے گورنر مولانا امام فضل حق صاحب اور اسی طرح گورنر پٹنہ مولانا یحییٰ علی صاحب اور وزیر اعظم مولانا احمد اللہ صاحب اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پورے ہندوستان کے وائسرائے بخت بہادر صاحب' یہ علماء نہ تھے تو اور کون تھے؟ اور پھر تحریک کی کامیابی کے وقت یہ اتنے بڑے بڑے عہدوں پر قابض ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر ہنٹر بے وقوف تو نہ تھا جو اپنی سات سالہ تحقیق کے بعد یہ رپورٹ لکھتا ہے کہ "ان سب تحریکوں کے کرتا دھرتا اور بانی مبانی سب مولوی تھے۔ اور اب بھی اگر تم ان کا قلع قمع نہ کرو گے تو ہمیشہ ہندوستان میں سازشوں کا سلسلہ قائم رہے گا"۔

غرضیکہ یہ شاہ ولی اللہ خاندان کے چشم و چراغ اور پسماندگان علماء ہی تھے جنہوں نے 1831ء کے واقعات شہادت کے بعد 1857ء کی تحریک بھی انتہائی زور و طاقت سے چلائی۔ لیکن بدقسمتی سے اب کے بھی سکھوں اور مسلمان روسائے پنجاب کی غداری سے دشمنوں کی نگاہ میں ختم ہو گئی اور درحقیقت دب گئی' جس میں ہندوستان کے شرفاء اور معزز خاندانوں کا خاتمہ ہو گیا۔ رذیل اور نچلے طبقے کے کمینہ لوگوں کو مال دولت اور اقتدار کا مالک بنا دیا گیا اور نودولتیے جاہلوں کا ویسا ہی طبقہ اوپر آ گیا' جیسا قیام پاکستان کے بعد اوپر اٹھ آیا ہے۔ سر تھامس کی کتاب "تذکرہ روسائے پنجاب" اور جناب عقیل عباس جعفری کی تالیف "پنجاب کے وڈیرے اور جاگیردار" کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آج جو لوگ ہماری قسمت کے مالک ہیں اور اقتدار پر قابض ہیں' یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے سن ستاون کی عوامی انقلابی تحریک میں ملک و ملت سے غداری کر کے اپنی جاگیروں' زمینداریوں اور ریاستوں کی بنیاد مجاہدین اور شہیدوں کے پاکیزہ خون پر رکھی تھی۔

یہاں سن ستاون کی تحریک کا اجمالی ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ہم علماء کی ایک اور زبردست تحریک "ریشمی رومال" کی جانب بڑھ سکیں۔ یہ تحریک بھی اسلامیانِ ہند کی سابقہ "کامیاب بھی' ناکام بھی" تحریکوں کی نہایت اہم کڑی ہے۔ لیکن اس کا براہِ راست تذکرہ شروع کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ستاون کی تحریک کی ناکامی کے فوراً بعد انگریزوں نے جن بہیمانہ طریقوں سے مسلمانانِ ہند پر ظلم و ستم ڈھائے اور انہیں کچلنے کے لئے وہی طور و طریقے اختیار کئے جو عیسائیوں نے سپین میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے لئے اختیار کئے تھے' ان کا اختصار کے ساتھ بطور یاددہانی ذکر کیا جائے:

مسلمانانِ ہند پر انگریزوں کے خاص مظالم

سن ستاون کی ناکام تحریک کے بعد انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو پیچھے ہٹا کر' براہِ راست اقتدار حکومت برطانیہ کو دے دیا۔ پھر لوٹ کھسوٹ' ظلم و تشدد' بربریت و وحشت کا وہ مظاہرہ کیا کہ فرعون اور نمرود بھی شرما جائیں۔ مسلمانوں کو ہر لحاظ سے مفلس' تنگ دست اور مفلوک الحال بنانے کی پوری پوری منصوبہ بندی اور کوشش کی گئی۔ بڑے بڑے ذی حیثیت اور معزز خاندان جو کل تک لعل و جواہر سے کھیلتے تھے' وہ نان شبینہ کے محتاج اور در در کے بھکاری ہو گئے تھے۔ انگریز فوجیوں نے تو گھر گھر میں داخل ہو کر لوٹ کھسوٹ کی اور مسلمان خواتین کی بے آبروئی کی' مرزا غالب کے بقول: "صرف دہلی شہر کو آٹھ دن متواتر سکھ اور گورے فوجی لوٹتے رہے"۔ لیکن کیا صرف دہلی شہر کو لوٹا گیا؟ نہیں۔ بلکہ ہندوستان کے ہر شہر میں یہی سلسلہ جاری رہا۔ بمبئی' لکھنؤ' کانپور' الہ آباد' آگرہ' میرٹھ' پانی پت' گڑگاؤں' لدھیانہ' سیالکوٹ اور پشاور تک انگریز فوجی اوباشوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی کہ وہ لوٹ مار کریں۔ پھر ملک میں کاشت کاروں اور کسانوں پر لگان اور ٹیکس کی وہ بھرمار کی گئی کہ مسلمان غریب سے غریب تر ہو گئے۔ تجارت میں ملکی اور ولایتی امتیاز برت کر تاجروں کے کاروبار کو ختم کر دیا گیا۔ ہندوستان کے وہ صنعت کار جو دنیا بھر میں اپنی صنعت کاری اور مصنوعات میں مشہور تھے۔ اُن کے کاروبار کو طرح طرح کی مکاری اور فریب کاری سے ختم کر دیا گیا۔ غرضیکہ ایک طرف پورے ہندوستان کو دیوالیہ بنا دیا گیا اور دوسری طرف ملک میں خوں ریزی اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا گیا۔ ان تہذیب کے ٹھیکے داروں نے ہندوستان میں مسلمانوں پر ایسے ایسے مظالم کا مظاہرہ کیا کہ انسانیت انگشت بدنداں رہ گئی۔ ان مظالم کی داستان ابھی رقم ہونے کی منتظر ہے۔

تہذیب و تمدن اور اخلاق کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں نے ننگ انسانیت' وحشت اور درندگی کے ایسے ایسے نمونے دنیا کو دکھائے کہ چشم فلک نے بھی کبھی نہ دیکھے ہوں گے۔ عدل و انصاف پر ٹیکس لگائے گئے۔ کسی ذی عزت ہندوستانی کی جان و مال اور عزت و آبرو تک محفوظ نہ رہی۔ ہندوستانیوں کے مذہب پر ڈاکے ڈالے جانے لگے۔ سکولوں' کالجوں اور ہسپتالوں میں عیسائیت کی تبلیغ ہونے لگی۔ بازاروں کے بڑے بڑے چوکوں میں عیسائیت کی صداقت کے بورڈ آویزاں کئے گئے۔ یورپ سے پادری منگوا کر ہندوستان کے کونے کونے میں پھیلا دیئے گئے۔ مناظروں کے چیلنج کئے گئے۔ پادری اور انگریز افسر باقاعدہ جلسے منعقد کرتے اور ان میں مسلمانوں کے مذہب پر اعتراضات کئے جاتے اور ان کے رہنماؤں کا تمسخر اڑایا جاتا۔ خصوصاً مسلمانوں کے خلاف ایک منظم تحریک شروع کی گئی۔ کوئی شخص ڈاڑھی والا نظر آتا تو اسے مولوی سمجھ کر گولی سے اڑا دیا جاتا تھا۔ اس کا مولوی ہونا ہی اس کے مجرم ہونے کے لئے کافی ثبوت تھا۔ کوئی دینی اسلامی مدرسہ جاری نہیں کیا جا سکتا تھا' اس لئے کہ (آج کی طرح) دینی اسلامی مدارس کو بغاوت اور دہشت گردی کا اڈہ سمجھا جاتا تھا۔ دہلی کی اسلامیہ یونیورسٹی' جو "مدرسہ رحیمیہ" کے نام سے مشہور تھی اور جس کے سرپرست شاہ ولی اللہ' شاہ عبدالعزیز اور اس کے بعد شاہ عبدالغنی تھے' اسلامیانِ ہند کی یہی واحد یونیورسٹی تھی' جس نے بڑے بڑے علماء مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا فضل حق خیر آبادی جیسے جید افراد پیدا کئے تھے' اُس یونیورسٹی کی عمارت کو توپوں سے اڑا دیا گیا اور زمین ایک ہندو لالہ رام کشن داس کے ہاتھوں فروخت کی گئی' جہاں اگست 1947ء یعنی تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے وقت تک

''کوچہ لالہ رام کشن داس'' کا بورڈ آویزاں تھا (اب معلوم نہیں کہ وہاں کیا صورت حال ہے!) مسجد اکبری جہاں شاہ عبدالقادر نے بیٹھ کر چالیس برس مسلسل درس قرآن دیا تھا اور جہاں بیٹھ کر انہوں نے قرآن مجید کا اردو میں پہلا ترجمہ کیا تھا' اس تاریخی مسجد کو انگریزوں نے اس جرم کی پاداش میں منہدم کر دیا کہ یہاں سے قرآن مجید' سنت نبویؐ اور احیائے اسلام کا جذبہ رکھنے والے علماء پیدا ہوئے۔ پھر صرف منہدم کرنے پر ہی اکتفا نہ کی گئی بلکہ اس کی جگہ ایک کلب قائم کی گئی جو سنا ہے آج تک موجود ہے اور جہاں آج بھی شراب و کباب کا دورہ ہے۔ پھر ملک میں سی آئی ڈی کا ایسا جال بچھایا گیا کہ کوئی آزادیٔ ہند کا نام تو کیا لیتا' بلکہ آزادی کے لئے دعا کرنا بھی جرم سمجھا جاتا تھا اور اگر کوئی شخص یہ دعا کرتے ہوئے پکڑا جاتا کہ اے اللہ تو ان ظالموں سے مظلوموں کو نجات دے تو اس کو باغی سمجھ کر گولی کا نشانہ بنا دیا جاتا تھا۔ قصبہ دیوبند کے ایک بزرگ کی داستان تاریخوں میں آج تک محفوظ ہے کہ وہ تہجد کی نمازوں میں جب مظلوموں کی نجات اور ظالموں کے زوال کے لئے دعا مانگنے کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے مکان کی چھت پر جا کر چاروں کونوں میں دیکھ لیتے تھے کہ کوئی سی آئی ڈی کا آدمی تو چھپا ہوا نہیں۔ پھر واپس گھر میں آ کر دعا مانگتے تھے۔

ایسے خوفناک اور غیر انسانی ماحول میں ممکن نہ تھا کہ خفیہ طور پر ہی سہی' سی آئی ڈی کا جواب بطور ردعمل سی آئی ڈی سے نہ دیا جاتا۔ چنانچہ 1914ء میں ''تحریک ریشمی رومال'' چپکے چپکے استوار ہوئی۔ یہی ہمارے سلسلے کی نئی تحریک کا موضوع بحث ہے۔ اس بحث کو ہم آسان افہام وتفہیم کے لئے تین حصوں میں تقسیم کریں گے۔

پہلے حصے میں تحریک ریشمی رومال یا ریشمی خط کے اسباب وعلل اور محرکات وعوامل سے بحث کریں گے۔

دوسرے حصے میں تحریک کے اندرونی اور خفیہ حالات قدرے تفصیل سے بیان کریں گے ''تفصیل'' سے اس لئے کہ اس تحریک کے بارے میں لوگوں کو بہت کم معلومات حاصل ہیں اور جب تک مولانا حسین احمد مدنی صاحب نے ان معلومات کا ذخیرہ جمع نہ کیا تھا' فاصلوں اور مورخوں کو بھی ان کا علم نہ تھا۔ اس ضمن میں بانیانِ تحریک مولانا محمود الحسن اور مولانا عبیداللہ سندھی اور مجاہدین تحریک کے حالات کا بھی تذکرہ ہوگا۔

تیسرے حصے میں ذکر آئے گا کہ مسلمانانِ ہند کی یہ تحریک بھی کن اسباب ووجوہ سے ناکام ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس ضمن میں ملک وملت کے غداروں کے نام بھی آئیں گے۔ (جاری ہے) ✿

منتخب تحریکی نظم

میں دیکھتا رہوں گا کیا.....؟

رحمٰن کیانی

اسی طرح سے منفعل' اسی طرح سے مضمحل اسی طرح شکستہ پا' اسی طرح شکستہ دل
ندامتِ شکست میں فریب خوردۂ رضا
میں دیکھتا رہوں گا کیا؟

نشاطِ جامِ خسروی دلہن بنی پری بنی مری رگوں سے کھینچ کر وہ قطرہ قطرہ زندگی
شکم پُری کے واسطے میں جس کو بیچتا رہا
میں دیکھتا رہوں گا کیا؟

یہ سربلند منزلیں یہ پابہ سنگ جنتیں اور اپنا ٹوٹا جھونپڑا فرار کردہ راحتیں
متاعِ راہزن کو میں کہوں عنایتِ خدا
میں دیکھتا رہوں گا کیا؟

گداز زانوؤں پہ سر پریشاں خوابِ اہلِ زر مجھے ملا بہت ملا جو سنگِ راہ و رہ گزر
سپاہیوں کی ٹھوکریں نشاطِ خواب کی سزا
میں دیکھتا رہوں گا کیا؟

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ'
ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

النصر لیب :950۔بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون:5162185-5163924 موبائل:0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

مغربی ممالک کی عورت میں عورت پن نہیں ہے!

مظہر علی ادیب

عورت نصف انسانیت ہے' دوسرے لفظوں میں انسانیت کی نصف ذمہ داریاں عورت کے اور نصف ذمہ داریاں مرد کے سپرد ہیں۔ ہر ایک کی ذمہ داریاں یا فرائض جدا جدا اپنی اپنی جگہ نہایت اہم اور ضروری ہیں۔ قدرت نے اپنی کمال حکمت سے مرد اور عورت کو ان کے مخصوص جسم' ذہن اور نفسیات کے طبعی فرق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے الگ الگ نوعیت کے فرائض سونپے ہیں۔ عورت کمزور اور نازک ہے لہٰذا عورت کے ذمے وہی فرائض سونپے گئے ہیں جن کی انجام دہی میں غیر معمولی جسمانی و ذہنی طاقت اور قوت درکار نہ ہو۔ مرد عورت کی نسبت زیادہ طاقت ور اور جسیم ہے لہٰذا اس کے ذمہ وہ امور سونپے گئے ہیں جو غیر معمولی قوت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

فکر معاش انسانی زندگی کا سنگین ترین مسئلہ ہے۔ انسان کی تمدنی کامیابی اور قدر و منزلت بڑے حد تک اس کی اقتصادی مضبوطی سے وابستہ ہے' یہ فکر انسان کو شدید قسم کی جسمانی و ذہنی قباحتوں اور مصیبتوں سے گزرنے پر مجبور کرتا ہے' موسموں کی شدت سے دوچار کرتا ہے۔ طوفانوں اور سخت ہواؤں سے لڑاتا ہے' آسمانوں اور زمین کی خاک چھاننے پر مجبور کرتا ہے' سمندروں میں غوطے لگانے اور پہاڑوں کی چوٹیاں سر کرنے کا حکم لگاتا ہے۔ انسان کو اس فکر کی خاطر گھاٹ گھاٹ کا پانی پینا پڑتا ہے۔ طرح طرح کے خطرے مول لینے پڑتے ہیں اور دل ہلا دینے والے نقصانات جھیلنے پڑتے ہیں' ملازمت کی صورت میں بدترین قسم کی ماتحتی اور تابعداری سے واسطہ پڑتا ہے غرض فکر معاش انسان کے لئے اچھا خاصا دردسر ہے۔

اب اگر عورت کی فطری ذمہ داریاں یا اس کے طبعی فرائض کا ایک ہلکا سا بھی جائزہ لیا جائے بالخصوص جداگانہ جسم' ذہن اور نفسیات کا لحاظ رکھتے ہوئے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ فکر معاش عورت کی ذمہ داری ہو نہیں سکتا۔ اپنے قدرتی دائرہ عمل سے وابستہ ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے کے بعد عورت کے پاس اس قدر وقت اور ہمت باقی نہیں رہتی کہ وہ کوئی دوسرا کام بھی نمایاں کامیابی کے ساتھ سرانجام دے سکے۔ امور خانہ داری اور اولاد کی تربیت اور گھر کی نگرانی کی حیثیت سے عورت پر جو ذمہ داریاں عائد ہیں وہ اس بات کی متقاضی ہیں کہ عورت اپنا اکثر وقت گھر پر گزارے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کو معاشی و دیگر تمدنی حقوق بخشے ہیں وہ عورت کو اس کی ہمت' طاقت یا بساط سے بڑھ کر کام کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح الفاظ میں یہ بات فرمادی ہے کہ مرد عورتوں کے قوام ہیں۔ (اقوام بمعنی نگران' کفیل) ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا کمایا ہوا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں (نہ کہ عورتیں مردوں پر) عورتوں کو معاشی استحکام بخشنے اور فکر معاش کے روح فرسا دھندے سے بچانے کی خاطر اسلام نے وراثت کے قانون کے تحت ان کا (عورتوں کا) باپ' شوہر' اولاد اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے ترکہ میں حصہ رکھا ہے۔ عورتوں کو اسلام نے نان و نفقہ کھلانے' پلانے' لباس اور مکان کی ذمہ داری اور مہر کے خصوصی حقوق بخشے ہیں۔ عورت کا نفقہ اس کے شوہر پر ہی واجب نہیں بلکہ شوہر نہ ہونے کی صورت میں باپ' بھائی' بیٹے اور دوسرے سرپرستوں پر بھی واجب ہے وہ مال جو عورت کو وراثت یا مہر کی صورت میں ملتا ہے اس پر عورت کو پورا قبضہ اور اختیار دیا گیا ہے اور اگر وہ تجارت یا کسی دوسرے ذریعہ سے مال حاصل کرے تو اس کی بھی وہی تنہا مالک ہوتی ہے۔ پھر اسلام نے عورت کو یہ بھی حق دیا ہے کہ وہ خود کتنی ہی مالدار کیوں نہ ہو اس کا نفقہ شوہر ہی کے ذمے رہتا ہے اور اسے قانوناً حاصل کر سکتی ہے۔ مرد اگر نفقہ ادا نہ کرے یا اس کا انتظام کئے بغیر کہیں غائب ہو جائے تو عورت قانونی طور پر اپنا نفقہ شوہر کی جائیداد سے وصول کر سکتی ہے۔ مرد کے نام پر قرض لے سکتی ہے اور اس کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ہوگی۔ پھر عورت کے لئے مہر کا حق کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتا۔ جب تک وہ خود ہی دستبردار نہ ہو جائے۔

مغرب نے عورت کو کسب معیشت میں شریک کرکے فاش غلطی کی ہے۔ آج ان کی خاندانی زندگی کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ گھروں سے چین اور سکون رخصت ہو چکا ہے۔ بیوی کے دل سے شوہر کی محبت و عظمت ختم ہو چکی ہے۔ عورت کی معاشی خودمختاری نے اسے خطرناک حد تک بے باک' بے ادب' آزاد اور اپنے فرائض طبعی کی انجام دہی سے غافل کر دیا ہے۔ مغربی عورت بڑی تیزی سے زنانہ صفات سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ وہ اب اپنے آپ کو مردانہ خصوصیات سے لیس کرنے میں فخر محسوس کرنے لگی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مغربی دنیا میں اب ایسی عورتوں کی قدر و منزلت ہے جو مرد نما ہیں۔ عورتوں کا بحیثیت عورت کے اب وہاں کوئی عزت و احترام نہیں ہے۔

کرائے کی اناؤں کی گود میں پلنے والے یا سرکاری تربیت گاہ اطفال میں پرورش پانے والے بیٹے اور بیٹیاں اپنی جنم دینے والی ماؤں کی قطعاً کوئی عزت یا ان کا احترام نہیں کرتے ـــــ یہ ہیں وہ چند ہولناک نتائج جو مغرب کی عورت کی بیرونِ خانہ سرگرمیوں میں آزادانہ شرکت کے باعث بھگتنے پڑ رہے ہیں۔

عقلندی اسی میں ہے کہ ہم دوسروں سے عبرت حاصل کریں نہ کہ خود دوسروں کے لئے سامانِ عبرت مہیا کریں اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال کر اس راہ پر گامزن ہو جائیں جس کے متعلق قرآن حکیم نے کہا ہے کہ وہی فلاں کا اور سیدھا راستہ ہے۔

ضرورت رشتہ

لاہور کے رہائشی کشمیری خاندان کی 22 سالہ' میٹرک پاس لڑکی کے لئے دینی مزاج رکھنے والے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: سردار اعوان' فون: 03-5869501

☆☆☆

25 سالہ حافظ قرآن' ایف اے' زیر تعلیم ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس' رفیق تنظیم اسلامی کے لئے ایسی لڑکی کا رشتہ درکار ہے جو درس قرآن دے سکے۔

رابطہ' فون: 0437-601483-607683

☆☆☆

لاہور کی رہائشی ارائیں فیملی سے تعلق رکھنے والی 20 سالہ ایم اے (عربی) فائنل ایئر لڑکی کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: 0300-436129

☆☆☆

لاہور کی رہائشی کمبوہ فیملی کو 20 سالہ ایف اے پاس لڑکی اور 25 سالہ ایف اے لڑکے' جس کا کپڑے کا کاروبار ہے' کیلئے دینی مزاج کے رشتے درکار ہیں۔

رابطہ: 5419592-(042)

آرائیں فیملی مقیم لاہور کو اپنی بیٹی ہومیو پیتھک ڈاکٹر کیلئے دینی مزاج رکھنے والے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

والدین رجوع کریں: 5172930 (042)

علمِ فلکیات سے معجزۂ رسول ﷺ کا اثبات

اور خان محمد علی، ترجمہ: حافظ ظہور الٰہی

میرے ایک دوست نے برقی ڈاک (E.Mail) کے ذریعے مجھے مریخ کے بارے میں ایک چونکا دینے والے واقعہ کی طرف متوجہ کیا ہے، جس کی خبر علم فلکیات سے متعلق مشہور امریکی ویب سائٹ پر جاری ہوئی، جس کا ایڈریس ہے:

http:www.space.com/spacewatch/mars retrograde 030725.hotmail

یہ واقعہ یقیناً چونکا دینے والا ہے، کیونکہ یہ درحقیقت نبی کریم ﷺ کے ایک واضح معجزہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس میں کسی تاویل و انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں چند معروضات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

تقریباً سو سال سے کچھ زائد عرصہ ہوا کہ سیارۂ مریخ ماہرین فلکیات کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، یہاں تک کہ حالیہ پیش کئے جانے والے نظریات کے مطابق اس سیارہ پر بھی زندگی کے امکانات موجود ہیں کیونکہ یہ سورج سے دوری کے لحاظ سے ہماری زمین سے دوسرے نمبر پر ہے، یعنی جو حرارت سورج سے مریخ تک پہنچ رہی ہے وہ کسی حد تک زندگی میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں جب مریخ پر تحقیق کرنے والے بعض سائنس دانوں نے کہا کہ ہم نے سیارہ مریخ کے بہت قریب سے چند ایسے راستے دیکھے ہیں جو پانی کی گزرگاہوں سے مشابہ ہیں، تو یہ خبر فوراً اخبار میں شائع ہو گئی تھی، انہوں نے ان راستوں کو مریخ پر زندگی کا ایک بڑا ثبوت قرار دیا اور کہا کہ اگر حال میں نہیں تو کم از کم ماضی میں ضرور کوئی تمدن و ثقافت وہاں پر رہی ہے جس کے یہ نشانات رہ گئے ہیں۔ مگر جلد ہی سائنس دانوں پر یہ بات منکشف ہو گئی کہ یہ لکیریں مریخ پر نہیں بلکہ لیبارٹری میں دوربین کے عدسوں پر تھیں جنہیں دیکھ کر سائنس دانوں نے مریخ پر پانی کے راستے سمجھ لیا۔

لیکن اس کے باوجود سائنس دانوں کی توجہ ہمارے اس پڑوسی سیارے کی طرف سے کم نہیں ہوئی، بلکہ گزشتہ تین سال سے تو اس میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے کیونکہ ماہرین فلکیات کا اندازہ تھا کہ عنقریب یہ سیارہ ہماری زمین کے انتہائی قریب آنے والا ہے اور یہ عمل ہزاروں سال بعد ہوتا ہے۔ یہ 2003ء کے آخری مہینے بنتے تھے اس لئے گزشتہ سال پوری دنیا کے سائنس دانوں نے اپنی فضائی لیبارٹریوں سے دوربینوں اور کیمروں کا رخ مریخ کی طرف پھیر دیا تھا، وہ مریخ کی حرکات کو نوٹ کرتے اور اس کے زمین سے قریب تر آنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ اس کی واضح تصاویر کثیر تعداد میں حاصل کی جا سکیں۔

مریخ کی حرکات کو نوٹ کرتے ہوئے سائنس دانوں نے جو عجیب و غریب بات دیکھی، وہ یہ تھی کہ جولائی 2003ء سے مریخ کی مشرقی سمت میں حرکت سست ہونا شروع ہو گئی اور بدھ 30 جولائی کو مریخ نے مشرقی سمت چھوڑ دی، یہاں تک کہ اگست اور ستمبر کے مہینوں میں اس نے بالکل الٹ یعنی مغرب کی طرف حرکت شروع کر دی جو کہ ستمبر کی 29 تاریخ تک جاری رہی یعنی اتنے عرصے تک سورج مریخ کے مغرب سے طلوع ہوتا رہا، اس کے بعد مریخ نے ایک بار پھر معمول کے مطابق مشرقی سمت میں حرکت شروع کر دی۔

علم فلکیات میں اس عجیب منظر کو ''قہقری حرکت'' (Retrograde Motion) کہتے ہیں اور ماہر فلکیات کا کہنا ہے کہ یہ حالت کسی نہ کسی دن نظام شمسی کے ہر سیارے پر ضرور آئے گی جن میں زمین بھی شامل ہے، یعنی ایک نہ ایک دن سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ بالکل وہی حقیقت نہیں ہے، جس کی پیشن گوئی رسول اکرم ﷺ نے آج سے بہت پہلے فرمائی تھی، کیا آپ نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی قیامت کی ''علامات کبریٰ'' میں ذکر نہیں فرمایا؟ قبل اس کے کہ میں قیامت کی اس علامت کے بارے میں واردشدہ احادیث کا ذکر کروں، میں قارئین کی خدمت میں اس عبارت کا انگریزی متن اور اس کا ترجمہ پیش کرنا چاہتا ہوں، قارئین خود بھی مذکورہ ویب سائٹ پر اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں:

ویب سائٹ پر عبارت کا انگریزی متن:

(جاری شدہ 2003ء)

For the past few weeks, Mars has appeared to slow in its eastward trajectory, almost seeming to waver, as if it had become uncertain. On wednesday, July 30, that steady eastward course will come to a stop then, for the next two months, the planet will move backward against the star background-toword the west. On sept.29 it will pause again before resuming its normal eastward direction. All the planets exhibit retrograde motion at one time or another. Ancient astronomers were unable to come up with a satisfactory explanation for it.

ترجمہ: ''گزشتہ چند ہفتوں سے سیارۂ مریخ کی مشرقی سمت میں حرکت سست پڑ گئی اور وہ مختلف سمتوں کی طرف مائل ہونے لگ گیا ہے، جیسے وہ متردد ہو کہ مشرق کی طرف چلے یا مغرب کی طرف۔ بدھ 30 جولائی 2003ء کو اس کی حرکت مشرق کی طرف بند ہو جائے گی اور اگلے دو مہینے (اگست ستمبر) یہ سیارہ اپنی سابقہ سمت کے برعکس مغرب کی طرف حرکت کرتا رہے گا اور پھر 29 ستمبر کو دوبارہ معمول کے مطابق مشرقی سمت میں چلنا شروع کر دے گا، نظام شمسی کے باقی سیارے بھی ایک نہ ایک دن یہ قہقری حرکت (retrogrude motion) ضرور کریں گے، لیکن ماہرین فلکیات اس کی کوئی معقول توجیہ پیش کرنے سے قاصر ہیں''۔

قیامت کی اس عظیم علامت کے بارے میں احادیث مبارکہ:

قیامت کی علامت کبریٰ میں اس عظیم علامت کے بارے میں متعدد احادیث منقول ہیں کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا اور اس علامت کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کسی کی توبہ قبول ہو گی اور نہ ہی اس شخص کا ایمان قبول ہو گا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت 159 میں:

''کیا یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا ان کے پاس آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی کوئی (بڑی) نشانی آئے؟ جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آ پہنچے گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں''۔

صحیح احادیث کی روشنی میں اس آیت کے الفاظ ''بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ'' سے مراد بھی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے، امام ابن حجر

طبریؒ فرماتے ہیں:
''اس بارے میں صحیح ترین قول وہی ہے جس کے حق میں رسول اللہ ﷺ سے احادیث مروی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ''اور یہ وہ وقت ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔''

پوری حدیث اس طرح ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج (مشرق کی بجائے) مغرب سے طلوع ہوگا پس جب ایسا ہوگا اور لوگ اسے مغرب کی طرف سے طلوع ہوتا دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے یہی وہ وقت ہوگا جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ....... الآیہ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ کی ہی روایت سے ایک اور حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اعمال صالحہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو قبل اس کے کہ چھ باتیں وقوع پذیر ہو جائیں۔'' ان میں سے ایک یہ بیان کیا ''سورج کا مغرب سے طلوع ہو جانا۔'' (مسلم)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی جو مجھے کبھی نہیں بھولی آپ ﷺ نے فرمایا ''قیامت کی پہلی بڑی نشانی یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔'' (مسند احمد)

اسی طرح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا (رحمت کا) ہاتھ کھول دیتا ہے تاکہ دن کا خطا کار توبہ کر لے (تو اسے قبول فرمائے) اور دن کو اپنا ہاتھ کھول دیتا ہے تاکہ رات کا خطا کار توبہ کر لے (تو اسے قبول فرمائے) یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ (تب تک یہ عمل جاری رہے گا)''

البتہ بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ توبہ اور ایمان ان لوگوں کا قبول نہیں ہوگا جو سورج کو خود اپنی آنکھوں سے مغرب سے طلوع ہوتا دیکھ لیں گے اور پھر جب کافی عرصہ گزر جائے گا اور لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں گے تو پھر کفار کا ایمان اور نافرمانوں کی توبہ قبول ہو سکے گی' ان علماء کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک وہ حالت نزع میں مبتلا نہ ہو جائے۔'' (مسند احمد)

رمضان المبارک

مرحبا اے ماہِ رمضان مرحبا — رب کا مہماں گھر ہمارے آ گیا
سب دلوں میں تو نے آ کے گھر کیا — بند کیا شیطان کا یوں داخلہ
جو صلہ تجھ سے ہے صائم کو ملا — وہ دل آزار کو بہلا گیا
روگ باطن کے ہیں گرچہ بے شمار — ہے ترے ہاتھوں میں ان سب کی شفا
تیری عظمت کا بھلا کیا پوچھنا — تجھ میں تو نازل کلام اللہ ہوا
ہم گنہگاروں کے بھی دن پھر گئے — رحمتوں کے جھونکے لایا جانفزا
ہے تراویح تیرا اِک تحفہ عجیب — قرأتِ قرآن دیتی ہے مزا
جان لو روزے کو اپنے مثل ڈھال — لے گا صائم کو معاصی سے بچا
کہ دلوں میں وسوسے آتے نہیں — قید کر دیتا ہے شیطان کو خدا
کھڑکیاں دوزخ کی ہو جاتی ہیں بند — اور در جنت کے ہو جاتے ہیں وا
''قدر'' کی تو لے کے آیا ایک شب — ہے صدی کا فاصلہ جس میں چھپا
غور سے پڑھ لو حدیث پاک کو — جس میں ہے مذکور فرمانِ خدا
روزہ رکھا جس نے بھی میرے لئے — خود ہی دوں گا میں اسے اس کی جزا
بلکہ اس سے بڑھ کے بھی فرما دیا — کہ ہوں میں تو خود ہی روزے کی جزا
تجھ میں اجر نفل بھی ہے مثلِ فرض — اور فرائض کا ملے ستر گنا
معصیت میں جو بھی تھے لتھڑے ہوئے — جھاڑا پونچھا اور اجلا کر دیا
صائم و قائم کی بخشش ہو گئی — کس قدر عالی ہے تیرا مرتبہ
رحمتوں کی مچ گئی یوں لوٹ سیل — آنے والا بھر کے دامن گھر گیا
ہو گئیں پرنور راتیں بھی تری — تیرے آنے سے اندھیرا چھٹ گیا
حشر کے دن کی کڑی ساعت میں بھی — تو نے ذمۂ شفاعت لے لیا
ہر در و دیوار سے آئی اذاں — ہو گئی پرکیف ساری ہی فضا
برکتوں سے سحر اور افطار کی — اس جہاں پر اِک تقدس چھا گیا
رحمت و بخشش کے جھونکے آ گئے — لے گئے جو کوہِ عصیاں کو بہا
یہ بشارت آپؐ سے ہم کو ملی — اولیں عشرہ ہے رحمت سے بھرا
وسطی عشرے میں ہے روزے دار کی — بخش دی رب نے گناہوں کی سزا
سب کو دوزخ سے رہائی مل گئی — یہ بتائے آخری عشرہ ترا
تو اویسی کر نہیں سکتا شمار — کہ ہیں احساں تجھ پہ اس کے بے بہا

(انجینئر عبدالرزاق اویسی' ٹوبہ)

لاہور میں کیبل چینل پر دورۂ ترجمہ قرآن براہِ راست

لاہور کی ایک معروف کیبل کمپنی این بی سی (NBC) کے چینل ''کیچا الایمان'' پر قرآن اکیڈمی لاہور کی مسجد میں نمازِ تراویح کے ساتھ ہونے والا دورۂ ترجمہ قرآن براہِ نشر کیا جا رہا ہے۔

"شاہراہ مکہ" کا ایک باب

محاذ جنگ پر (2)

میں اور محمد الزوی سنوسی خانقاہ کی طرف برابر چلتے رہے' ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے' بڑے میدان پر اندھیرا چھایا ہوا تھا' بازار کا ہنگامہ اور شور وشغب ہم اپنے پیچھے چھوڑ آئے تھے' ریت ہمارے جوتوں کے نیچے چرمر کر رہی تھی' ادھر اور ادھر کچھ بار برداری کے اونٹ آرام کر رہے تھے' اس وسیع میدان میں بہت دور ایک سرے پر مکانات کی ایک رونق نظر آ رہی تھی' جو ابر آلود آسمان کی وجہ سے زیادہ صاف دکھائی نہیں دے رہی تھی' یہ منظر دیکھ کر مجھے وہ دور دراز جنگل یاد آ گیا' صنوبری سدا بہار جھاڑی کے ان جنگلات کی طرح جو برقہ کے بالائی حصہ میں پائے جاتے ہیں جہاں عمر المختار سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی' میرے دماغ میں اس تلخ اور سخت سفر کی تمام یادیں اپنی ظلمت' ہولناکی اور ہلاکت کے ساتھ امنڈ پڑیں' ایسا محسوس ہوا جیسے سیدی عمر کا چہرہ میرے سامنے ہے' مایوسی اور قلق کے آثار اس پر نمایاں ہیں' وہ ایک ہلکی آگ کے اوپر جھکے ہوئے ہیں' ان کی بھاری اور سخت آواز میرے کانوں میں گونج گئی' اب تو ہم بس صرف اس لئے جنگ کر رہے ہیں کہ ہمیں اپنے دین اور حریت کی حفاظت کے لئے ایسا کرنا چاہئے یہاں تک کہ دشمنوں کو شکست ہو یا ہم اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں' اس کے علاوہ ہمارے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے۔"

حقیقت میں وہ عجیب مہم تھی جس کو سر کرنے کے لئے میں جنوری 1931ء کے اواخر میں برقہ گیا تھا۔

امام سنوسی اس واقعہ سے چند ماہ پیشتر (30ء کے موسم خزاں میں) مدینہ تشریف لائے تھے۔ میں محمد الزوی کی معیت میں گھنٹوں ان کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا جہاں ہم مجاہدین کے حالات پر غور کیا کرتے تھے' وہ مجاہدین جو برقہ میں عمر المختار کے زیر قیادت جنگ جاری رکھے ہوئے تھے' یہ بات صاف ہو چکی تھی کہ اگر کوئی موثر امداد بر وقت نہ ملی تو ان جانبازوں کا دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ عرصہ تک ٹھہرنا مشکل ہے۔ برقہ کی جنگی پوزیشن تقریباً اس طرح تھی۔ تمام ساحلی علاقے اور جبل اخضر کے شمال میں (وسط برقہ) چند چوکیاں اطالویوں کے مکمل اور سخت کنٹرول میں تھیں اور ان چوکیوں کے درمیان مسلح فوجی گاڑیاں اور پیدل فوج کے دستے برابر گشت کرتے رہتے تھے جن میں سے اکثر اریٹیریا کی فوج کے تھے' ان کی مدد کے لئے ہوائی جہازوں کے دستے جو دیہاتوں پر وقتاً فوقتاً بمباری کرتے رہتے تھے' بدو جو سنوسیوں کی اصل دفاعی قوت تھے بغیر اس کے کہ کھل کر سامنے آئیں اور بمباری کا نشانہ بنیں کوئی نقل وحرکت نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی ہوائی جہاز اپنے قریب کے مرکز کو اطلاع دیتا کہ فلاں جگہ بدوؤں نے ڈیرا ڈالا ہے' اس کے بعد ایک طرف ہوائی جہاز سے گولیاں برسائی جاتیں اور ان کو تتر بتر ہونے سے روکا جاتا' دوسری طرف بکتر بند گاڑیاں اچانک نمودار ہوتیں اور اپنے راستے میں جو بھی خیمے' آدمی یا مویشی ملتے سب کو تباہ وبرباد کرتی ہوئی نکل جاتیں۔ جو آدمی یا مویشی زندہ بچ جاتے ان کو شمال کے بیرکوں میں بھیج دیا جاتا جو خاردار تاروں سے گھرے ہوئے ہوتے تھے اور جن کو اطالویوں نے ساحل کے قریب بنایا تھا۔

اس وقت یعنی تقریباً 1930ء میں قیدیوں کی تعداد اسی ہزار تک جا پہنچی تھی جو مویشیوں سمیت ایک ایسے رقبہ میں ٹھونس دیئے گئے تھے جہاں غذا ان کے تہائی حصے کے لئے بھی ناکافی تھی' نتیجہ یہ ہوا کہ مرنے والوں کا اوسط دہشت ناک حد تک بڑھ گیا' اسی کے ساتھ اطالویوں نے تمام مصری سرحد پر جنوب میں ساحل سے لے کر جنوب تک خاردار تاروں کی ایک دیوار کھڑی کر دی تھی' تاکہ مجاہدین کی جماعتوں کو مصر سے غلہ' سامانِ رسد اور ہتھیار وغیرہ سپلائی نہ ہو سکیں۔ مغربیوں کا بہادر قبیلہ اپنے بہادر لیڈر الاطیوش کے زیر قیادت (جو عمر المختار کے دست راست تھے) برقہ کے مغربی ساحل پر بے جگری کے ساتھ لڑ رہا تھا' لیکن قبیلہ کے اکثر افراد کے ہاتھ سے معاملہ نکل چکا تھا' اس لئے کہ اطالوی ساز وسامان اور ہتھیاروں کے میدان میں ان سے کہیں آگے تھے' جہاں تک قلب جنوب کا تعلق ہے تو قبیلہ زدیہ اپنے شیخ ابی کریم کی قیادت (جن کی عمر نوے سال کی تھی) مایوسی کے ساتھ نبرد آزما تھا' باوجودیکہ وہ اپنا خاص مرکز نخلستان جالو ہاتھ سے کھو چکا تھا' جہاں تک داخلی علاقوں کا تعلق ہے' وہاں بھوک اور بیماری کی وجہ سے بدوؤں کی بہت بڑی تعداد ہلاک ہو رہی تھی۔

مجاہدین کی کل تعداد ایک ہزار سے زائد نہ تھی' لیکن اس کی وجہ آدمیوں کی قلت نہیں تھی' اس لئے کہ گوریلا جنگ میں بہت بڑی فوج تیار کرنے کی نہیں بلکہ سرعت اور حرکت کی ضرورت ہوتی ہے' جتنے بھی آدمی ہوں وہ برق رفتاری کے ساتھ اور دفعتاً کسی نامعلوم جگہ سے اطالوی مرکز پر حملہ آور ہوں اور اس کے ہتھیار وغیرہ لے کر صنوبری جھاڑیوں کے جنگلات اور برقہ کی گہری گھاٹیوں میں غائب ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دستے جتنی بھی بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کریں پھر بھی وہ اس زبردست فوجی طاقت پر غالب نہیں آ سکتے جو اسلحہ اور تعداد دونوں چیزوں پر فائق اور برتر ہو' اس لئے اب مسئلہ صرف یہ تھا کہ مجاہدین کی امداد کیونکر کی جائے تاکہ وہ نہ صرف اپنے دشمنوں کو زبردست نقصان پہنچا سکیں بلکہ ان مراکز کو بھی آزاد کرا سکیں جہاں دشمنوں نے اپنے قدم مضبوطی سے جما لئے ہیں اور ان مراکز کی حفاظت کرتے ہوئے مزید حملہ کا سد باب کر سکیں۔

لیکن سنوسیوں کی قوت میں یہ اضافہ متعدد چیزوں کا محتاج تھا۔

ایک تو یہ کہ سامان خوراک کی مسلسل وصولیابی کا انتظام کیا جائے' جس کا مصر سے حاصل کرنا بہت ضروری تھا' دوسرے ایسے اسلحہ جس کے ذریعہ ہوائی جہازوں اور بکتر بند گاڑیوں کا مقابلہ کیا جا سکے' خاص طور پر ٹینک شکن توپیں اور بندوقیں اور بھاری مشین گنیں اور اس کے ساتھ وہ ماہرین جوان اسلحہ کا استعمال مجاہدین کو سکھا سکیں' آخر میں لاسلکی کا مکمل اور بہتر انتظام جو مجاہدین اور مصری سرحد کے اندر خفیہ حفاظت خانوں کے درمیان ربط قائم رکھ سکے۔

ہمارے (سید احمد سید محمد اور میں) اجتماعات تقریباً ہفتہ بھر ہر شام کو ہوتے رہے تاکہ اس سلسلہ میں جو بھی ممکن ہو وہ کیا جا سکے' محمد الزوی کی رائے یہ تھی کہ وقتاً فوقتاً مجاہدین کی امداد مسئلہ کو حل نہیں کر سکتی' ان کا خیال تھا کہ نخلستان کفرہ کو (جو صحرائے لیبیا کے اقصائے جنوب میں سید احمد کے زیر قیادت سنوسی تحریک کا عام مرکز تھا) مستقبل میں دوبارہ تمام جنگی نقل وحرکت کا مرکز بنایا جائے' اس لئے کہ وہ ابھی تک اطالویوں کے دستبرد سے بہت دور تھا' اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ قافلوں کی شاہراہ پر واقع تھا جو مصری علاقہ بحریہ اور فرفرہ تک جاتی تھی' اگرچہ یہ راستہ بہت طویل اور دشوار گزار تھا' اس نقطۂ نظر سے یہاں بہ نسبت کسی اور جگہ کے سامان رسد وغیرہ کا انتظام عملی لحاظ سے زیادہ ممکن تھا' علاوہ ازیں اس کو ان پناہ گزینوں کی اقامت گاہ بھی بنایا جا سکتا تھا جو برقہ سے بھاگ کر مصر میں مقیم ہو گئے تھے' اسی طرح یہ شمال میں عمر المختار کی فوجوں کی امداد کا بہت اچھا مرکز بن سکتا تھا۔

اگر کفرہ کی قلعہ بندی اچھی طرح کر دی جاتی اور اس کو جدید اسلحہ سے مسلح کر دیا جاتا تو وہ ہوائی حملوں کا مقابلہ بہت کم بلندی پر کر سکتا تھا' اس لئے کہ بہت زیادہ بلندی سے بمباری دور دور پھیلے ہوئے لوگوں کے لئے کسی حقیقی خطرہ کا باعث نہیں بن سکتی تھی۔

امام سنوسی نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ خود وہاں جائیں اور دیکھیں کہ وہاں جنگی تنظیم کس صورت سے ممکن ہے اور اس کو جنگی نقل و حرکت کا مرکز کیونکر بنایا جا سکتا ہے! لیکن میں نے اصرار کیا کہ اس اسکیم کی کامیابی کے لئے سید احمد کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ برطانیہ سے اپنے تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کریں جس سے 1915ء میں لڑائی کر کے بلاوجہ دشمنی مول لی گئی تھی اور یہ کچھ ناممکن بھی نہیں ہے' اس لئے کہ برطانیہ اٹلی کے توسیع پسند مزاج کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ رہا تھا' بالخصوص جبکہ مسولینی ببانگِ دہل اعلان کر رہا تھا کہ وہ بحر روم کے دونوں ساحلوں پر رومن امپائر کے قیام کا عزم رکھتا ہے' اس کے علاوہ وہ مصر کو بھی لالچ کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

سنوسیوں کے مستقبل سے میری یہ دلچسپی ایک عادلانہ قضیہ کے لئے ان کی جانبازی اور جان نثاری کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ مجھے سب سے زیادہ اس وجہ سے تھی کہ سنوسیوں کی کامیابی عالم عربی پر کتنا گہرا اثر ڈال سکتی ہے' اس لئے کہ عالم اسلام میں کوئی ایسی تحریک نہ تھی جو اخلاص کے ساتھ مثالی اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے کوشاں ہو جیسا کہ سنوسی تحریک جو اس وقت اپنی زندگی اور بقا کے لئے آخری معرکہ لڑ رہی تھی۔

چونکہ سید احمد کو سنوسی مسئلہ سے میری گہری دلچسپی اور وابستگی کا علم تھا اس لئے انہوں نے میری طرف رخ کرتے ہوئے اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا:

''محمد! کیا اس کام میں آپ ہماری نیابت کر سکتے ہیں کہ آپ برقہ جائیں اور معلوم کریں کہ مجاہدین کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے۔ شاید آپ معاملہ کو اس سے زیادہ بہتر اور واضح طریقہ پر سمجھ سکیں جتنا کہ میری قوم سمجھتی ہے۔''

میں نے ایک لفظ بولے بغیر ان کی طرف دیکھا اور سر جھکا دیا' اگرچہ مجھے معلوم تھا کہ سید احمد کو مجھ پر کتنا اعتماد ہے' اس لئے میرے لئے ان کی یہ فرمائش بالکل غیر متوقع نہ تھی' پھر بھی میں نے محسوس کیا کہ میری سانس رک گئی ہے' اس لئے کہ اس زبردست ایڈونچر کے تصور ہی نے مجھے اتنا مست و مسرور کر دیا تھا کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا' لیکن سب سے زیادہ جس چیز کی مجھے خوشی تھی وہ یہ کہ اس طرح مجھے اس مسئلہ اور اس کام میں کسی قدر حصہ لینے کا موقع مل رہا ہے جس کے لئے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔

سید احمد نے الماری سے ایک قرآن مجید اٹھایا جس پر ریشم کا جزدان چڑھا تھا اور اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھنے کے بعد میرے داہنے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر قرآن مجید پر رکھتے ہوئے کہا قسم کھائیے محمد! اللہ کی جو دلوں کا سب حال جانتا ہے کہ آپ اس امانت کی حفاظت کریں گے۔ میں نے قسم کھائی' مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اپنے وعدہ پر اتنا اعتماد مجھے اپنی پوری زندگی میں کبھی نہیں ہوا جتنا کہ اس وقت۔

جو مہم سید احمد نے میرے سپرد کی تھی وہ بہت پوشیدگی چاہتی تھی چونکہ امام سنوسی سے میرے تعلقات سے سب ہی واقف تھے اور جدہ کے غیر ملکی وفود سے اس کا پوشیدہ رکھنا ناممکن تھا' اس لئے یہ مناسب نہیں تھا کہ میں مصر جاؤں اور نگرانی اور تعاقب کا نشانہ بنوں۔

جو مقالات فیصل الدویش کی سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے میں نے حال میں لکھے تھے اس کی وجہ سے انگریز قدرتی طور پر مجھے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے' اس بات کا بہت احتمال تھا کہ سرزمین مصر پر پہلا قدم رکھتے ہی ان کی نگرانی کا ہدف بن جاؤں گا' اس لئے ہم نے فیصلہ کیا کہ سفر مصر کو بھی بالکل خفیہ رکھا جائے اور بحر احمر کو ایک بادبانی کشتی پر عبور کر کے صعید کے ساحل پر کسی جگہ اتر جاؤں' مصر میں اہل حجاز کے لباس میں آزادانہ نقل و حرکت میں مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے' اس لئے کہ مکہ اور مدینہ کے بہت سے لوگ بغرض تجارت یا حجاج کی تلاش میں وہاں جایا کرتے تھے اور یہ مصری شہروں اور دیہاتوں کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی' اور چونکہ میں حجازی لب و لہجہ میں بہت سہولت کے ساتھ گفتگو کر سکتا تھا اس لئے کسی شک و شبہ کے بغیر یہ دعویٰ کر سکتا تھا کہ میں انہیں دو مقدس شہروں (مکہ اور مدینہ) میں سے کسی ایک کا باشندہ ہوں۔

ہم کو ضروری انتظامات اور تیاریوں کے لئے کئی ہفتے درکار تھے' جن میں برقہ میں سیدی عمر نیز مصر میں بعض سنوسیوں کے ساتھ خفیہ خط و کتابت کرنا شامل تھا' اس وجہ سے ہم حجاز کی بندرگاہ ینبع سے ساحل کے ایسے کنارے پر جہاں لوگوں کا بہت کم گزر ہو جنوری 1931ء کے پہلے ہفتہ میں سامنے آ سکے' وہ رات بہت تاریک تھی اور سخت زمین پر جوتا پہن کر چلنا اور زیادہ پریشان کن تھا' ایک مرتبہ میں نے ٹھوکر کھائی اور پستول کا قبضہ میری پسلیوں سے ٹکرا گیا جس کو میں نے حجازی لباس کے اندر چھپا رکھا تھا' اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ میں کس خطرناک مہم کو سر کرنے کے لئے جا رہا ہوں' میں ایک غیر معروف عربی کپتان کے ساتھ جا رہا تھا جس کے ذمہ یہ تھا کہ مجھے ''سنبوک'' کے ذریعہ بحر احمر کو عبور کر کے مصری ساحل پر کسی جگہ اتار دے اور بس!

چونکہ میرے پاس ایسے کاغذات بھی نہیں تھے جو میری شخصیت پر روشنی ڈال سکتے اس لئے اگر وہ مجھے مصر میں گرفتار کر لیتے تو میں ان کو اپنا پیشہ بھی نہیں بتا سکتا تھا لیکن مصر کے جیل میں کئی ہفتے قیام کی ان خطرات کے مقابلہ میں جو میرے انتظار میں تھے کوئی حقیقت نہ تھی' مجھے مغربی صحرا کو اس سرے سے اس سرے تک پار کر کے جانا تھا' اس کا خیال رکھتے ہوئے کہ کسی اطالوی ہوائی جہاز کی نظر مجھ پر نہ پڑ جائے' یا بکتر بند گاڑیاں جو برابر گشت لگایا کرتی تھیں' ان کی زد میں نہ آ جاؤں' پھر ان سب مرحلوں سے گزر کر مجھے اس ملک کے قلب میں جانا تھا جہاں صرف ہتھیاروں کی زبان رائج تھی۔

میں نے اپنے دل میں کہا' میں یہ سب آخر کیوں کر رہا ہوں؟

باوجودیکہ خطرات مجھ سے پوشیدہ نہ تھے اور میرے لئے نئی چیز نہ تھے' لیکن میں نے اس سے قبل کبھی محض تفریح یا نشاط یا کسی لذت کے حصول کے لئے اس کا خیر مقدم نہیں کیا میں نے جب بھی خطرات مول لئے تو وہ ان محرکات کی وجہ سے جو شعوری یا غیر شعوری طور پر ذاتی حیثیت سے میری شخصی زندگی سے متعلق تھے' لیکن اس نئی مہم کی نوعیت کیا تھی' کیا میں واقعی یہ سمجھتا تھا کہ میری مداخلت حالات کو مجاہدین کے حق میں بہتر کر دے گی' میں نے یہ سمجھنے اور یقین کرنے کی کوشش کی تھی' لیکن اپنے دل کی گہرائیوں سے میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ ایک عاجلانہ اور غیر عاقلانہ مہم ہے' پھر خدا کے لئے بتائیے کہ میں اس طرح آخر اپنی زندگی سے کھیلنے پر کیوں تل گیا ہوں' جب کہ کامیابی کی امید بہت ہی کم ہے!

لیکن قبل اس کے کہ میرا سوال مکمل ہو' جواب میرے سامنے تھا۔

(جاری ہے)

بانئ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا دورۂ بھارت

محترم ڈاکٹر صاحب ان شاء اللہ ماہ دسمبر میں بھارت کا دورہ کر رہے ہیں۔ وہ اس دوران ممبئی' حیدر آباد' علی گڑھ' دہلی اور بنگلور جائیں گے۔ ان شہروں میں ڈاکٹر صاحب کے پروگراموں کی تفصیل ندائے خلافت کے آئندہ شمارے میں شائع کی جائے گی۔

دورہ ترجمہ قرآن کے شرکاء کے تاثرات

فرقان دانش خان

رمضان المبارک کا مہینہ روحانی ترقی کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں دن کے روزے کے ذریعے جسمانی تقاضوں میں کمی اور رات کو تراویح میں قرآن کی سماعت سے روح کو بیدار کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ روح انسانی کا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو سکے۔ اسی مقصد کو بہتر طور پر حاصل کرنے کے لئے بانی تنظیم اسلامی و صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے آج سے 21 برس قبل 1984ء (1404ھ) میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام شروع کیا تھا' جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر چار رکعت میں پڑھے جانے والے قرآن حکیم کے حصے کی پہلے تشریح بیان کی جاتی ہے اور جب مقتدی اسے نماز تراویح میں سنتے ہیں تو آیات کا مفہوم ان کے قلب پر نقش ہوتا چلا جاتا ہے گویا کسی حد تک یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے ۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

دورۂ ترجمۂ قرآن کے دس پروگرام کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت بخشا اور آج الحمدللہ نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرون ملک محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے بیسیوں شاگردانِ رشید اس پروگرام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ قرآن اکیڈمی لاہور میں چند سالوں سے دورۂ ترجمہ قرآن کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد کی جانشینی کی ذمہ داری آپ کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر عارف رشید نبھا رہے ہیں۔ اس سال قرآن اکیڈمی لاہور کے دورۂ ترجمۂ قرآن کے حوالے سے ایک نئی جہت کا اضافہ یہ ہوا ہے کہ لاہور کی معروف کیبل کمپنی این بی سی (NBC) کے ایک چینل "کیجا الایمان" پر اسے براہِ راست ٹیلی کاسٹ کیا جا رہا ہے۔ یہ پروگرام ہر رات تقریباً ایک بجے اختتام پذیر ہوتا ہے۔

آٹھ رکعت نماز تراویح کی تکمیل کے بعد بیس منٹ چائے کا وقفہ ہوتا ہے۔ نہ صرف قرب و جوار بلکہ دور دراز سے لوگ اس پروگرام میں بڑے ذوق و شوق سے شرکت کر رہے ہیں۔

ترجمۂ قرآن کے حوالے سے چند شرکاء کے تاثرات:

☆ **جناب عمار سلیم:** ای ایم ای سوسائٹی سے دورۂ ترجمہ قرآن میں شرکت کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ تعلیم ایم بی اے ہے۔ ایک ٹیکسٹائل انڈسٹری میں بطور منیجر ملازمت کرتے ہیں۔ وہ پہلی مرتبہ اس پروگرام میں آ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قرآن حکیم کے ترجمہ اور تشریح سے بہت سے دینی معاملات کے سیاق و سباق اور پس منظر کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ دین کے واضح احکامات معلوم ہوئے' صرف ترجمہ سے پڑھ لینے سے ہمیں یہ چیزیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اس پروگرام کے انتظامات بھی بڑے بہترین ہیں۔

☆ **جناب عثمان ارشاد:** ساہیوال سے تعلق ہے۔ ایم کام کیا ہوا ہے' ملازمت کے سلسلے میں سنٹرل فلیٹس' فیصل ٹاؤن میں رہائش پذیر ہیں۔ پہلی دفعہ شرکت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملازمت کے باعث پورے پروگرام میں شرکت نہیں ہو پاتی تاہم یہ پروگرام بہت اچھا ہے۔ اس پروگرام کے باعث آج اسلام کے حوالے سے جو غلط خیالات عام ہیں وہ دور ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور وہ ہمیں قران و حدیث کے مطالعہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ پروگرام اس مقصد کو بڑی عمدگی سے پورا کرتا ہے اور ہم قرآن کو سمجھ کر اسلام کے مطابق اپنی زندگیاں بہتر بنا سکتے ہیں۔

☆ **عدنان افضل:** ایم کام کیا ہوا ہے۔ بہاولنگر سے تعلق ہے۔ لاہور میں ملازمت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمد کو سننے کے شوق میں پہلی بار شریک ہوئے ہیں۔ تاہم ڈاکٹر عارف رشید بڑی عمدگی سے اسے نبھا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رات ایک ڈیڑھ بجے یہ پروگرام ختم ہوتا ہے' جس کے باعث انہیں دن میں اپنے کام کاج کی ادائیگی میں بہت مشکل پیش آتی ہے۔ اگر وقت کم لیا جاتا تو بہت اچھا تھا۔ تاہم بحیثیت مجموعی یہ پروگرام بہت مفید ہے۔ چونکہ ہمیں عربی نہیں آتی لہٰذا جب ہم اپنی زبان میں قرآن سمجھتے ہیں تو ہمیں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس پروگرام سے مجھے دین کے بارے میں بہت علم حاصل ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ مجھے عمل کی توفیق عنایت فرمائیں۔

☆ **جناب احمد جواد:** ایم سی ایس اور ایم بی اے کیا ہوا ہے۔ ڈی بلاک ماڈل ٹاؤن میں رہتے ہیں اور بزنس کرتے ہیں۔ اس دفعہ باقاعدگی سے شرکت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ پہلی دفعہ قرآن کو تفصیل سے سن رہے ہیں۔ واقعی قرآن ہدایت ہی ہدایت ہے۔ مجھے بہت سی باتوں کا پتہ چلا ہے۔ اپنی شریعت کا پتہ چلا کہ اللہ نے کن چیزوں کو کرنے کا حکم دیا ہے اور کن سے روکا ہے۔ انتظامات بہت اچھے ہیں۔ ادارے کی طرف سے وقفے میں دی جانے والی چائے سے انسان فریش ہو جاتا ہے اور باقی پروگرام میں بیٹھنا آسان ہو جاتا ہے۔ انہوں نے تجویز دیتے ہوئے کہا کہ لیزنگ کے حوالے سے لوگوں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے لوگ بہت گمراہ ہیں۔

☆ **پروفیسر ڈاکٹر نصر اللہ:** نیورو سرجن ہیں۔ میو ہسپتال کے شعبہ اعصاب و پٹھہ کے سربراہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ مجھے بہت دیر سے اس پروگرام کا علم ہوا۔ بہرحال یہ بہت اچھا پروگرام ہے۔ قرآن ناظرہ یا تلاوت سب کرتے ہیں لیکن اصل چیز یہ ہے کہ اسے سمجھا جائے۔ اور پھر اس پر عمل کیا جائے۔ یہ اس سلسلے کی بہت عمدہ کڑی ہے۔ ان شاء اللہ میں آئندہ باقاعدگی سے آیا کروں گا۔ انتظامات بہت اچھے ہیں۔ آواز وغیرہ کا نظام بہت اچھا ہے۔ ڈاکٹر عارف رشید کا طرزِ بیان بڑا اچھا' قابل فہم اور مؤثر ہے۔ درمیان میں چائے کے انتظام سے آدمی تازہ دم ہو جاتا ہے۔

☆ **محمد یونس:** آرکیٹکٹ ہیں۔ ایم بلاک ماڈل ٹاؤن سے پہلی دفعہ آنا شروع ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بہت اچھا پروگرام ہے۔ اس کے باعث قرآن سمجھنا بہت آسان ہے۔ مجھے دین کے صحیح احکامات کا پتہ چلا۔ ایفائے عہد' شرک اور معاملات کے حوالے سے صحیح تعلیمات معلوم ہوئیں میرے خیال میں بریک کا وقت کم کر دیں تاکہ یہ پروگرام ذرا پہلے ختم ہو جائے اور ہمیں صبح اٹھنے میں پرابلم نہ ہو۔

☆ **عمر بابر:** ایمری یونیورسٹی جارجیا' امریکا سے گریجوایشن کیا ہے۔ سی بلاک ماڈل ٹاؤن میں رہتے ہیں۔ بزنس مین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب مسلمان ہیں لیکن اکثریت کو دین کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں۔ میں خود بھی اسی کا حصہ ہوں۔ یہ پروگرام اس حوالے سے بہت اچھا ہے کہ لوگوں کو دین اور قرآن کے احکامات کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔

☆ **ڈاکٹر محمد اسلم نون:** آئی سپیشلسٹ ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ پچھلے سال گیارہویں روزے اتفاقیہ طور پر حافظ عاکف سعید صاحب کا دورہ ترجمہ سننے آیا' ایسا اچھا پایا کہ پھر اعتکاف بھی یہیں کیا اور تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ الحمدللہ اس سال پہلے روزے سے آ رہا ہوں اور اعتکاف کا ارادہ ہے۔ قرآن سے صحیح سوجھ بوجھ کا صحیح آغاز صرف اور صرف اس پروگرام کے ذریعے ہوا۔ اب دعا ہے کہ تا وقت موت اللہ صحیح راستے سے مجھے وابستہ رکھے۔

☆ **عبداللہ فرحت اللہ:** ڈیرہ اسماعیل خان سے ایک سالہ کورس میں شرکت کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ان کی دنیاوی تعلیم ایف ایس سی ہے۔ پہلی دفعہ شرکت کر رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ملکی و عالمی حالات کے باعث "مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے" کے مصداق ان میں حق جاننے کی طلب تھی۔ انٹرنیٹ کے ذریعے ایک سالہ کورس کے بارے میں معلوم ہوا تو داخلہ لے لیا۔ انہوں نے دورۂ ترجمۂ قرآن کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ تراویح میں قرآن سنتے ہوئے۔ اس کا مفہوم ذہن میں ہوتا ہے تو بڑا لطف آتا ہے۔ نماز کے دوران جب قرآن سمجھ آتا ہے تو پھر عربی سیکھنے اور قرآن سمجھنے کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ اس پروگرام سے قرآن کا پیغام سامنے آتا ہے۔ یہ پروگرام اتنا دلچسپ ہے کہ ایک بجے تک نیند کی قربانی دینا مشکل نہیں لگتا۔

تنظیم اسلامی کے ذمہ داران سے گزارش ہے کہ وہ اپنے ہاں دورۂ ترجمہ القرآن کے پروگراموں کی تفصیل اور شرکاء کے تاثرات آئندہ ہفتہ کے دوران ہمیں ارسال کر دیں۔ شکریہ!

ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی

congenial and happy the "world leaders" were as they posed for a remarkable "we run the world" and other handshake photo sessions captured by the allied media.

Blair tried the same fake mantra of Palestinian state in 2003 while preparing for the Iraq invasion to show he is concerned about the injustice done to Palestinians at the hands of Israeli government. All such attempts were to give media food for fostering and consolidating wrong perceptions.

However, these perceptions have been clashing with much more difficult realities. What Palestinians, Iraqis, Afghans and other Muslims face due to direct and indirect occupations signal the reality. But that is always left out, or presented in a way that context is missing and background rarely explained.

The Israel-Palestine Conflagration as we read through New York Times, Newsweek or CNN perception-building reports looks like a battle of opposing armies of the Israelis and the Palestinians. Friedman's October 24 column is a good example of how the issue has been framed as Arab versus Jew, with the substantial and vocal peace movement in Israel overlooked and Palestinians referred to as fanatics.

In short, American Israeli nexus is a reality which is not hidden in the form of $74,157,600,000 benefits to Israel of U.S. Aid since 1949 (As of November 1, 1997) at the cost of $134,791,507,200 to U.S. Taxpayers.[2] The reality of Israel's influence can be judged through simple indicators, such as the US support of Israeli terror at the UN and the $34,607,182 given to US congressional leader by pro-Israel PAC from 1978-2000.[3]

In the light of these realities around us, it is not surprising if Iraqis call American soldiers as Jews because many non-Muslims also believe that the US is there for Israel.[4] What is surprising is exonerating America and Israel of their crimes and obscuring the basic realities faced by the Muslim world simply by giving the reality an anti-Jewish flavour.

Of course, if the GIs are unknowingly fighting a war for what a leading Israeli peace activist Uri Avnery calls Jewish supremacists,[5] they would still be considered as such. The GIS don't know about the blind self that makes them equivalent to Zionists. Iraqis standing in the mist of ruins and speaking with Scott Pelley of CBS News's "60 Minutes" can hardly understand the difference between mainstream Jews and Zionists. In such qucik snap shots they don't have time to explain even if they know about such a distinction. What is important is the horrible reality before their eyes and the people responsible for that. What Mr. Scott Pelley heard is right, but what the war lord, Friedman, presents is a clear example of the way professional propagandists twist reality and gloss over facts.

The preponderance of responsibility does not lie with Arab media, but with the criminals behind the crimes against humanity that are going on without any end in sight. The preponderance of responsibility also lies with the so-called "mainstream" media which continues to obscure the basic realities, and the Muslim media sources such as ARY, GEO, etc, which despite the availability of technology and resources have failed to bring the reality to the living rooms of people in North and Central America.

Muslim media has not developed any anti-US perception in the Muslim world. The US policies and the subsequent barbaric implementation is enough to do this job. Their crime is not to shatter the myths created by the "mainstream" media.

The Muslim media has miserably failed to present the reality to the American public in particular. The results is that Polls in Time and Newsweek show that more than 70 percent of the American public supports Israeli atrocities, and newspaper editorials mostly blame the Palestinian side for all the troubles. The New York Times, as its lead article in Oct 24, 2004 issue reflects, and other media sources continue to simplify the conflict as Arabs against Jews.

If Muslims continued to play dumb on the media front and failed to reach the heart of America, and if the Americans continued to play dumb and allowed the alternative media outlets to be treated like Al-Jazeera, vision of the hidden forces behind US presidents for "liberating" other Muslim state one after the other will probably win by default.

If that happens, America and Israel will no longer be bound together tightly against the Muslim world. This would be time for Israel to replace the US as a Ruling State.

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع
7 تا 9 اکتوبر 2004 بمقام فردوسی فارم' سادھوکے
کی MP3 سی ڈی تیار کر لی گئی ہے
جس میں اجتماع کے دوران کی گئی تمام تقاریر بشمول
بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب
اور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب
ایک ہی سی ڈی میں آ گئی ہیں۔
قیمت : 40/ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ خدام القرآن
36 کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ فون: 03-5869501
www.tanzeem.org e-mail: maktaba@tanzeem.org

ضرورت معاون/ کمپیوٹر آپریٹر

تنظیم اسلامی کے مرکز گڑھی شاہو کے لئے ایک اسسٹنٹ کم کمپیوٹر آپریٹر کی کل وقتی (دوپہر ایک تا رات 8 بجے) بنیادوں پر ضرورت ہے۔ امیدوار رفیق تنظیم ہو' تعلیمی قابلیت کم از کم ایف اے ہو اور اردو کمپوزنگ (ان پیج)' ایم ایس ورڈ (Word)' اور ایکسل (Excel) پروگراموں کو چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

برائے رابطہ: ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی' 67۔اے' علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو' لاہور

فون: 6366638 -6316638' فیکس: 6305110

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 41

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Perception vs. Reality of JIA

American war lords and "intellectual" accomplices of the US-Israeli terrorism complain that there is a "perception across Arab-Muslim world that the great enemy of Islam is JIA – "Jews, Israel and America" (Friedman, New York Time, Oct 24, 2004)

In their view, "this wider trend has been fanned by Arab satellite TV stations, which deliberately show split-screen images of Israelis bashing Palestinians and U.S. forces bashing the Iraqi insurgents."

This presentation of half truths needs fundamental corrections as follows.

1. What the Muslim world is facing is a reality, whereas what the media, academia and political war lords in the US and most of the rest of the world are creating is a perception to cover the reality.

2. There is no independent Arab media. To whatever extent the single station of Al-Jazeera is against the countless other media outlets, it has been thrown out by the puppet Iraqi regime and its broadcasts are conditionally allowed in Canada. Eliminating Al-Jazeera of the images it shows is not the solution. It is no use cursing the images and telecasters of the ongoing bloodbath. The solution lies in holding the enemies of humanity accountable for the unprecedented level of terror they unleash. Coverage of this terror leads to what accomplices of concerned terrorists call a "perception" in the Muslim world.

3. Arabs and Muslims are not two different entities, as Friedman would attempt to give a new twist to the prevailing perception. Arabs are Muslims too and Muslims of all races are as concerned over what is happening in the Middle East as Arabs. There is no place for racism in Islam. Friedman's separating Arabs from rest of the Muslims speaks of a racist mentality. This separation by Friedman is indicative of desperation to somehow show that other Muslims have no connection whatsoever to whatever is happening in the Middle East.

To further clarify these points, we need to understand that unlike the Muslim world, the media created perception is more important than reality in the US and its few allied nations. This is especially so in politics towards Islam and the Muslim world, where people can be dogged by impressions even when they are completely untrue.

A classic example is the notion that those who stand to US occupations are terrorists; a view still widely held that Muslims know to be false, having suffered through occupations since centuries. Nevertheless, as this idea has taken root, it seems impossible to dislodge. Everything which not-collaborating-Muslims do is interpreted through this prism, magnifying any mistake they make, no matter how small.

Compare this with Paul Revere of the late 1700s, who played a small role in American struggle against British occupation. Paul Revere still glorifies pages of school children books.[1] Interpretation of such a book in Iraq, Palestine or Afghanistan would be a "terrorist's manual" or a "terrorist's biography," assessed from the intentions of Paul Revere who wanted, "the country folk to be up and arm" against the occupiers in "red coats."

Paul Revere was riding to pass on a warning of the impending occupation forces' attack on Massachusetts (imagine Fallujah, Najaf or any other city in Iraq) but his night journey is presented as "a nation was riding that night." Bravery of the defiant locals is glorified for how "they gave them [occupiers] ball from ball," and how they chased "the red coats down the lane…only pausing to fire and load."

Before going into more practical examples, lets analyse perception and reality and the American war lords' use of the word perception for reality.

Perception is defined as the act of perceiving, which is "to become aware of directly through any of the senses, especially sight or hearing" which could be right or wrong. On the other hand, reality is defined as "the quality or state of being actual or true".

An analogy may help: the earth was "perceived" to be flat which influenced peoples understanding, beliefs, and behaviors. The "reality" turned out to be something significantly different. In this respect, the pictures and films that the so-called "mainstream" media avoids, and Friedman likes the Muslim media also to avoid, is the reality.

Iraqis, Palestinians, Afghans, Kashmiris and Chechens do not perceive anything. Their dead loved ones are torn to pieces by the US, Israel, Russian and Indian bombs and bullets right before their eyes. It is right to call it their perception?

They find their loved ones incarcerated in concentration camps and tortured to death by 21st century barbarians. Is that a reality of mere perception? What they see encircling them in the form of apartheid wall is not a perception but a reality. They find their countries occupied based on lies upon lies. It is not a perception to them. It is a reality.

And reality leads to real conclusions, one of which is that the US stands behind the Zionist, racist, terrorist Israeli regime. What the war lords mix in this reality is the word Jew to involve everyone with the Zionists. Jews themselves are victims of the Zionists. But limping Jews in a JIA triangle is an attempt to make sure everyone who associate him or herself with Jewish religious beliefs start recognizing Muslims as the enemies. But it is not a reality. It is how the war lords promote perceptions and a great majority of two nations are deluded to the maximum level to which a people can be deluded. These are Americans and Israelis.

To elaborate further, whatever our eyes see and our mind perceives is the reality for us and those things which are perceived similarly by majority are claimed reality. What the Muslim world is facing is the reality. They see reality with bare eyes, in most cases, without even having an opportunity to watch it on what Thomas Friedman curses as "split screen." The split screen is not stupid. In fact, the suffering Muslim masses don't need any media pundits to help them form a perception.

That is what is needed in most of the Western world, which is denied of seeing the reality in pictures. They can see golden plumes of carpet bombing in shock and awe missions, but they are not allowed to see what happens on the ground. Instead the Western public is treated with perception-making opinions by the war infected minds.

Remember how the corporate media pushed down our throats film clips of world leaders descending on Madrid with a new sense of global purpose to promise a land for peace deal — all in an attempt to pave the war for war and sanctions on Iraq in early 1990s. The perception the media tried to create was so obvious: a quiescent world, where crises were in check and global politics seemed driven by a new sense of justice and global purpose after "world leaders" rallied at the Conference to welcome a "peace process" that was never to become a reality.

Remember all such sessions since then: how